علم میراث کے قواعد و امثال پر مشتمل ایک
آسان اور خوبصورت مجموعہ

بنام

مصباح المیراث

مؤلف
مولانا محمد شکیل خان دائم چشتی علیمی

ناشر
مکتبہ طیبہ
سنی دعوت اسلامی شاخ بھاؤنگر گجرات

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

نام کتاب _____ مصباح المیر اث
مؤلف _____ محمد شکیل خان چشتی علیمی
پروف ریڈنگ _____ مولانا محمد احکام صاحب قبلہ مصباحی
کمپوزنگ _____ مؤلف ازخود
صفحات _____ ۱۳۰
ناشر _____
قیمت _____

ملنے کے پتے
مکتبہ طیبہ کامبیکر اسٹریٹ اسماعیل حبیب مسجد ممبئی انڈیا
مکتبہ طیبہ، جامع مسجد بھاؤنگر گجرات
علیمی بکڈپو، جمدا شاہی بستی یوپی
مسعودی بکڈپو دارالفکر بہرائچ شریف یوپی

فہرست مضامین

نمبر شمار	عناوین	صفحہ نمبر
۱	شرف انتساب	4
۲	عرض مؤلف	5
۳	تقدیم	8
۴	تقریظ جمیل	10
۵	تقریظ جلیل	11
۶	علم میراث اور ہماری کوتاہیاں	12
۷	مبادیات علم میراث	16
۸	میت کے مال وجائیداد سے وابستہ حقوق	21
۹	موانع ارث کا بیان	24
۱۰	حساب میراث: عدد کی تعریف وتقسیم	27
۱۱	تضعیف وتنصیف کا مطلب	29
۱۲	ورثا کے اقسام اور وارث ہونے میں ان کی ترتیب	30
۱۳	ذوی الفروض کا بیان	32
۱۴	ذوی الفروض کے احوال کا بیان	33
۱۵	جدہ کے مسائل	45
۱۶	عصبات کا بیان	49
۱۷	حجب کا بیان	52
۱۸	مخارج الفروض کے قاعدے	57
۱۹	مسئلہ بنانے کے قواعد سراجی کے نہج پر	62
۲۰	عول کا بیان	65
۲۱	تصحیح کا بیان	68
۲۲	ورثا کے درمیان ترکہ کی تقسیم کا طریقہ	78
۲۳	کم ترکہ کو زیادہ قرض خواہوں پر قرض کے تناسب سے تقسیم کا طریقہ	80
۲۴	تخارج کا بیان	81
۲۵	رد کا بیان	83
۲۶	مقاسمۃ الجد کا بیان	88
۲۷	مناسخہ کا بیان	95
۲۸	ذوی الارحام کا بیان	103
۲۹	خنثیٰ مشکل کی میراث کا بیان	121
۳۰	وارث ہونے والے حمل کی میراث	124
۳۱	گمشدہ شخص کی میراث کا بیان	127
۳۲	مرتد، زندیق اور قیدی کی میراث کا بیان	129
۳۳	ڈوب کر، جل کر اور دب کر مرنے والوں کے احکام	130
۳۴	فیصد میں تقسیم کرنے کا طریقہ	131

شرف انتساب

امام المتکلمین، رئیس الفقہا، محبوب رب ذوالمنن، حضور سید شاہ خواجہ

مصباح الحسن چشتی مودودی رحمۃ اللہ علیہ

(آستانہ عالیہ صمدیہ دارالخیر پھپھوند شریف یوپی، انڈیا)

اور

سلسلۂ چشت کے تمام بزرگان دین اور اکابرین

کے نام

گر قبول افتد زہے عز و شرف

محمد شکیل چشتی علیمی

عرض مؤلف

بسم اللہ الرحمن الرحیم الصلوۃ والسلام علیک یارسول اللہ ﷺ

گزشتہ سال ماہ ربیع النور شریف میں محب گرامی وقار، حضرت مولانا سفیان صاحب قبلہ نجمی سخت علالت کے باعث دارالعلوم سے مستعفی ہو کر چلے گئے، چونکہ آپ ہی سراجی پڑھاتے تھے اس لئے آپ کے چلے جانے کے بعد جب ششماہی ثانی کا نظام الاسباق چسپاں ہوا تو پتہ چلا کہ مذکورہ کتاب پڑھانے کے لئے میرے حصہ میں آئی ہے۔

میرے ساتھ مسئلہ یہ تھا کہ دوران تعلیم مادر علمی دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی میں جو سراجی پڑھا تھا، وہی پڑھا تھا بس اس کے بعد تقریبا پانچ سالہ مدت میں میری سراجی سے کوئی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

خیر اللہ رب العزت کی ذات پر بھروسہ کرتے ہوئے اس فن کی جو بھی کتابیں ادارہ میں بروقت موجود تھیں، ان کو یکجا کیا اور بہت سارے مواقع پر انٹرنیٹ پر موجود مواد سے استفادہ کیا ۔ ابتداءً تو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور مطالعہ کا اکثر وقت میراث کے پڑھنے اور اس کے مسائل کے حل کرنے میں گزرتا تھا لیکن رفتہ رفتہ بحمدہ تعالیٰ سب کچھ آسان ہوتا چلا گیا۔

دوران تدریس یہ خیال کرتے ہوئے کہ جن پریشانیوں کا سامنا میں نے کیا ہے ان پریشانیوں کا سامنے میرے کسی اور دوسرے اسلامی بھائی کو نہ کرنا پڑے، اسے مقصد کت تحت جو بھی پڑھاتا گیا اس کو سبق در سبق محفوظ کرتا رہا یہاں تک کہ یہ مختصر مجموعہ تیار ہو گیا (الحمدللہ علیٰ ھذا۔ وما توفیقی الا باللہ)۔

پھر کمپوزنگ کا مرحلہ پیش آیا تو خاکہ جات، نقوش اور حساب وکتاب ہونے کی وجہ سے جلدی کوئی کمپوزنگ کے لئے تیار نہیں ہو رہا تھا تو ناچیز نے خود ہی جیسے بھی تھوڑی بہت ٹائپنگ آتی تھی، وقت نکال کر کرنے لگا۔ بفضلہ تعالیٰ دھیرے دھیرے یہ کام بھی مکمل ہو گیا۔

کتابی شکل دینے کے بعد اسے **حضرت علامہ مولانا محمد احکام صاحب قبلہ صمدی مصباحی** استاذ: ریاض رسول انام جامعہ صمدیہ دارالخیر پھپھوند شریف کی خدمت میں پیش کیا اس درخواست کے ساتھ کہ آپ اس کتاب پر نظر ثانی فرمالیں اور اغلاط کی اصلاح کے ساتھ ساتھ اپنے مفید مشوروں سے بھی نوازیں۔ آپ نے میری یہ درخواست منظور فرمالی اور گوناگوں مصروفیات کے باوجود بغور پوری کتاب کا مطالعہ فرمایا، مفید مشورے دئے اور تحریری طور پر اپنے تاثرات سے بھی نوازا جو **"تقدیم"** کے عنوان سے اس کتاب میں شامل اشاعت ہے۔

رب کریم آپ کو آپ کی محنتوں کا بہتر صلہ عطا فرمائے اور اپنے حبیب مکرم علیہ الصلوۃ والسلام کے طفیل دارین کی سعادتوں سے شاد کام فرمائے۔ آمین

ماہر تحریر وتقریر وتدریس، مشفق وکریم، استاذ محترم **حضرت علامہ مفتی کمال احمد صاحب قبلہ علیمی** ادام اللہ علینا (استاذ: دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی) نے کثرت کار اور ہجوم افکار کے باوجود اس کتاب پر نظر ثانی فرمائی اور تقریظ رقم فرما کر لائق اعتبار بنادیا۔ حضرت کی اس خُرد نوازی کا بے پناہ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ ویسے حقیقت تو یہ ہے کہ شکریہ کے رسمی الفاظ حضرت کی نوازشات وعنایات اور محبت وتوجہات کا ہرگز مول نہیں ہوسکتے۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی تمام دینی خدمات کو قبول فرما کر بہتر سے بہتر صلہ عطا فرمائے اور صحت وعافیت کے ساتھ حضرت کا سایۂ کرم ہم گنہگاروں پر تاقیام قیامت قائم ودائم فرمائے۔ آمین

میں بے حد ممنون ومشکور ہوں ماہر علوم وفنون، جامع معقول ومنقول، عالم باعمل، استاذ گرامی وقار **حضرت العلام مولانا محمد خلیل اللہ صاحب قبلہ مصباحی** (متعنا اللہ تعالیٰ بطول حیاتہ) استاذ جامعہ صمدیہ دارالخیر پھپھوند شریف یوپی کا کہ آپ نے عدیم الفرصتی کے باوجود بھی چیدہ چیدہ مقامات سے مطالعہ فرما کر ایک گراں قدر تقریظ تحریر فرمائی اور حقیر کو ڈھیر ساری دعاؤں سے بھی نوازا۔

برادر کبیر، مشفق وکرم فرما **حضرت مولانا محمد نفیس خان چشتی نجمی** (صدر المدرسین دارالعلوم قادریہ نجم العلوم، بھاؤنگر گجرات) اس کتاب کے منظر عام پر لانے تک مختلف مراحل میں شریک کار رہے نیز رفیق محترم **مولانا محمد سفیان صاحب قبلہ نجمی** (استاذ: دارالعلوم قادریہ نجم العلوم

بھاؤنگر گجرات) کا تعاون بھی مختلف جہات سے شامل رہا۔میں ان حضرات کا بے حد شکر گزار ہوں۔

مخیر قوم وملت **الحاج سیٹھ بلال صاحب** (متولی: مسجد خدیجہ، بھاؤنگر، گجرات) نے اس کتاب کی اشاعت کا اہتمام کیا اس لئے وہ بھی میری طرف سے بے پناہ شکریہ کے مستحق ہیں ۔اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور دونوں جہان میں شاد وآباد رکھے ۔آمین

اخیر میں اپنے قارئین کرام سے مؤدبانہ گزارش کرتا ہوں کہ میں نے حتی الامکان اغلاط سے بچنے کی کوشش کی ہے مگر پھر بھی انسان ہونے کے ناتے خطا کا امکان باقی ہے ۔کتاب میں کسی قسم کی لفظی یا معنوی غلطی نظر آئے تو ہدف طعن وتنقید بنانے کے بجائے از راہ اصلاح رقم الحروف کو مطلع فرمائیں ، آپ کی آراء کا احترام کرتے ہوئے ان شاء اللہ آئندہ ایڈیشن میں اصلاح کر دی جائے گی۔ہمیں اپنی بے بضاعتی اور کوتاہ علمی کا مکمل احساس ہے۔

اللہ تعالیٰ لغزشوں اور خطاؤں کو معاف فرمائے ۔آمین بجاہ النبی الکریم علیہ التحیۃ والتسلیم

طالب دعا

محمد شکیل دائم چشتی علیمی

خادم: دار العلوم قادریہ نجم العلوم ومسجد خدیجہ بھاؤنگر گجرات

تقدیم

فاضل جلیل، عالم نبیل **حضرت علامہ محمد احکام صاحب قبلہ** چشتی صمدی مصباحی (اطال اللہ عمرہ)
(استاذ: ریاض رسول انام جامعہ صمدیہ دارالخیر پھپھوند شریف یوپی)

الحمد لولیہ والصلوۃ علی نبیہ وعلی اٰلہ واصحابہ التأدبین بأدابہ

امابعد:

اسلام کے محاسن وکمالات اور ہمہ جہت تعلیمات کا ایک گوشہ یہ ہے کہ میت کی جائیداد کو ورثا کے درمیان تقسیم کرنے کے لئے نہایت زبردست اور عمدہ اصول فراہم کئے ہیں جنھیں بروئے کار لانے سے تمام وارثین کے حصے کما حقہ ان تک پہونچ جاتے ہیں اور ایک دوسرے کی حق تلفی اور غصب سے بھی محفوظ رہتے ہیں، یہ اسلام کی خصوصیت اور طرۂ امتیاز ہے کہ یہاں تمام اقارب واجانب اور رشتہ داروں کے حقوق بڑے واضح انداز میں بیان کئے گئے ہیں؛ ماں، باپ، دادا، دادی، نانا، نانی، بھائی، بہن، بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی، شوہر، بیوی، مومن، کافر، خنثیٰ یہاں تک کہ حمل سے وابستہ احکام ومسائل بھی پوری طرح روشن کر دئے ہیں، جبکہ دوسرے ادیان ومذاہب اس موضوع پر یکسر خاموش ہیں یا ایسی ناقص اور ناپختہ تعلیم دی ہے جو قوم کی رہنمائی کے لئے ناکافی ہیں۔ تاہم بدقسمتی یہ ہے کہ اسلام نے حقوق وارثین کی ادائیگی پر جتنا زور دیا ہے، قوم مسلم اس میدان میں اسی قدر کوتاہ قدنظر آتی ہے، اس پسماندگی کی دیگر وجوہات کے ساتھ ایک اہم وجہ یہ بھی ہے کہ اس فن کی زیادہ تر کتابیں عربی زبان اور دقیق اسلوب میں مرتب ہیں جن سے غیر عربی داں طبقہ استفادہ کرنے سے قاصر ہے اور جو مختصر عربی جانتے بھی ہیں وہ مشکل اسلوب، اور دشوار مباحث دیکھ کر دور بھاگتے ہیں۔ ایسے میں آسان طرز تحریر پر مشتمل اردو زبان میں ایک کتاب کی شدید ضرورت تھی جس سے اردو داں طبقہ بھی معمولی کاوش سے یہ فن شریف حاصل کر سکے۔

خدا کا شکر ہے کہ محب گرامی قدر جناب مولانا محمد شکیل چشتی صاحب نے اس دینی وملی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے "مصباح المیراث" کے نام سے ایک اہم کتاب تحریر کر دی جس کی زبان سادہ اور اسلوب سہل ہے، کتاب کے متنوع مضامین مصنف موصوف کی جہد مسلسل، محنت شاقہ، ژرف نگاہی، وسعت مطالعہ اور استیعاب مسائل کا روشن ثبوت ہیں۔ میں نے اول سے آخر تک

اس کتاب کا مطالعہ کیا تو اسے مسائل صحیحہ، رجیحہ پر مشتمل اور شائقین میراث کے لئے نہایت مفید و کارآمد پایا، اس کے علاوہ اس میں جو خوبیاں زیادہ نمایاں دیکھی وہ یہ ہیں۔

(1) میراث کے اہم اور دقیق مسائل کو نہایت سلیس اور واضح انداز میں بیان کیا ہے۔ (2) بقدر ضرورت حساب میراث کا خلاصہ پیش کر دیا ہے۔ (3) اصحاب فرائض وعصبات کے احوال وترتیب کو قرآن، حدیث، اجماع یا عبارات فقہیہ سے مبرہن کر دیا ہے۔ (4) مختلف فیہ مسائل میں ہر فریق کے دعویٰ و دلیل کی تفصیل اور قول مفتیٰ بہ کی تعیین پورے آب و تاب کے ساتھ نظر آتی ہے۔ (5) مسائل کی تنقیح کے دوران بہت ہلکی اور آسان مثالوں سے کام لیا ہے۔ (6) علم میراث کی اصطلاحات فقہی حوالوں سے مزین ہیں۔ (7) بعض مقام پر طویل مسائل کی تفصیل کے بعد اجمالی خاکہ اور نقشہ کے ذریعہ مسئلہ کی تفہیم کی ہے۔ (8) اکثر جگہ حل مسائل کے بعد نثر میں اس کی تفصیل بھی درج کی ہے۔ (9) چند روایتی عناوین کو موضوع سخن بنانے کے بجائے علم میراث کے زیادہ تر گوشوں کا احاطہ کیا ہے۔ مثلاً علم میراث کی اہمیت و افادیت، مبادی، وجہ تسمیہ، موضوع، غرض وغایت، اسباب ارث، موانع ارث، ماخذ علم میراث، حقوق میت، اقسام ورثا، مخارج فروض، حجب حرمان ونقصان، عول، رد، طرق تصحیح وتقسیم ترکہ، تخارج، مقاسمہ، مناسخہ، ذوی الارحام کے احکام وحصص، خنثیٰ، حمل اور مفقود وغیرہ عناصر پر نہایت تحقیقی، مدلل اور سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ (10) فیصد کے ذریعہ استخراج حصص کا ضابطہ ان پر مستزاد ہے۔ اس طرح پوری کتاب گوناگوں خوبیوں سے آراستہ ہے اس لئے میری نظر میں یہ کتاب نہایت وقیع، اور قابل قدر ہے، علما، طلبہ مبتدی، منتہی سب کے لئے یکساں فیض رسا اور نفع بخش ہے، بالخصوص علم میراث سے شغف رکھنے والے ارباب علم و دانش کے ذوق کے لئے سامان تسکین فراہم کرے گی۔ دعا ہے کہ پروردگار عالم اس کتاب کو مفید عام ومقبول انام بنائے اور مصنف موصوف کو دونوں جہان میں اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

فقط

(حضرت مولانا) محمد احکام چشتی

خادم ریاض رسول انام جامعہ صمدیہ دار الخیر پھپھوند شریف ضلع اور یا یوپی

6/ شعبان المعظم 1442ھ مطابق 21/ مارچ 2021ء

تقریظ جمیل

ذوالمجد والحشم، ماہرزبان وقلم حضرت علامہ مفتی **کمال احمد** صاحب قبلہ علیمی
استاذ: دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی یوپی

دینی علوم میں **علم فرائض** کی اہمیت و افادیت مسلم ہے، انسانی زندگی کو موت لازم ہے اور موت کے بعد انسان کے چھوڑے ہوئے مال ومتاع کی تقسیم بھی ناگزیر ہے، ایسے میں ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ مرنے والے کے ترکہ سے اپنے اور دوسروں کا حق وحصہ جانے تاکہ نہ خود کسی ظلم وحق تلفی کا شکار ہو نہ کسی کے ساتھ زیادتی کرے۔

کتاب وسنت اس علم کی عظمت وفضیلت پر شاہد اور ارشادات علما وائمہ اس کی اہمیت وافادیت پر ناطق ہیں مگر یہ نہایت ہی افسوس ناک پہلو ہے کہ جو علم اتنی عظمت کا حامل ہے اور سماج میں جس کی روزانہ ضرورت پڑتی ہے دینی مدارس کے نصاب تعلیم میں اس فن کی بس ایک کتاب "**سراجی**" داخل ہے، وہ بھی مکمل نہیں پڑھائی جاتی ہے، پھر اس کا اسلوب بھی نہایت قدیم، معانی گہرے، مفاہیم پیچیدہ اور مطالب مغلق ہیں، ضرورت تھی کہ اسی کتاب کو تسہیل وتلخیص کے ساتھ جدید طرز میں ایڈٹ کرکے شائع کیا جاتا مجلس برکات سے اس پر کام ہوا مگر حاشیہ کی طوالت وتفصیل فہم مطالب میں مخل ومہمل ہے، اس فن کی بہت ساری مختصر ومفصل کتابیں نظر سے گزریں، الحمدللہ کئی سال سے طلبہ وطالبات کو علم فرائض پڑھانے کا سلسلہ بھی جاری ہے، میرے خیال میں اب اس فن کے جدید کاری کی ضرورت ہے، جدید اصول ریاضی کی روشنی میں اس کے مسائل کے فہم وتفہیم کی شدید حاجت محسوس ہورہی ہے، ورنہ اس فن کی دقت وخشکی کے پیش نظر بعید نہیں کہ طلبہ اس سے بے زار ہوجائیں اور آنے والے دنوں میں اس فن کے جانکار تلاشنے سے بھی نہ ملیں، جس طرح سے علم جفر، اور ہیئت وتوقیت کے ساتھ ہوا۔

زیر نظر کتاب اسی فکر کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ایک اچھی کتاب ہے، مطالعہ کے بعد اندازہ ہوا کہ عزیز القدر مولانا شکیل احمد صاحب نے واقعی بڑی دقت نظر اور تلاش وتحقیق کے بعد اس کو مرتب کیا ہے، عصری تقاضوں کا خیال بھی رکھا ہے اور تسہیل وتفہیم کے لئے تمثیل وتشریح کا حق بھی ادا کیا ہے. مولانا موصوف عہد طالب علمی ہی سے نئی منزلوں کے متلاشی اور دشوار ترین گزرگاہوں پر سیر وسلوک کے عادی ہیں، کتاب دیکھ کر بے حد مسرت ہوئی کہ جس فن سے طلبہ دور بھاگتے ہیں اسی فن کو مولانا نے نہ صرف سمجھا بلکہ سمجھانے کی کوشش بھی کی ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور دارین کی سعادتوں سے بہرہ ور فرمائے.

(حضرت العلام) کمال احمد علیمی نظامی
دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی بستی
۱۳رجب ۱۴۴۳/ ۱۵فروری ۲۰۲۲

تقریظ جلیل

عالم باعمل حضرت **علامہ محمد خلیل اللہ** صاحب قبلہ نظامی مصباحی دام ظلہ النورانی
(استاذ: ریاض رسول انام جامعہ صمدیہ دارالخیر پھپھوند شریف یوپی)

علم میراث کا شمار ان مقدس علوم میں ہوتا ہے جس کی بنیاد قرآن مجید میں پوری وضاحت کے ساتھ ملتی ہے، یہی وجہ ہے کہ عہد رسالت اور عہد صحابہ سے لے کر ہر دور میں دیگر اسلامی علوم کے ساتھ علم میراث کی تعلیم وتعلم اور اس کی اشاعت کا خصوصی اہتمام ہوتا رہا ہے جس کے لئے علمائے اسلام نے اپنے زمانے کے حالات، اذہان اور مطالبات کو سامنے رکھ کر مختلف کتابیں تحریر فرما کر اس علم کی تسہیل وتفہیم کا فریضہ انجام دیا ہے۔ انہیں کتابوں میں درس نظامی کے نصاب میں رائج سراجی خاص اہمیت کی حامل ہے جو اپنی جامعیت، سادہ اسلوبی، معتدل انداز اور افادیت کے لحاظ سے اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے لیکن زبان و بیان عربی ہونے کی وجہ سے غیر عربی داں طبقہ استفادہ کرنے سے قاصر ہے، اس لئے اس علم شریف کے متعلق ایک ایسی آسان اور عام فہم کتاب کی ضرورت تھی کہ جس سے اردو داں حضرات بھی کما حقہ فائدہ حاصل کر سکیں عزیزم مولانا شکیل سلمہ نے بحمد اللہ تعالیٰ کافی حد تک اس ضرورت کو پوری کر دیا ہے۔

درس وتدریس اور دیگر تبلیغی مصروفیات کی وجہ سے بالاستیعاب کتاب کا مطالعہ تو نہ کر سکا مگر چیدہ چیدہ مقامات پر نظر ڈالنے سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ موصوف نے محنت اور عرق ریزی سے کام لیا ہے اور کتاب کے مباحث کو بہت آسان اور عام فہم انداز میں طلبہ کے ذہنوں میں اتارنے کی کوشش کی ہے۔ بلاشبہ یہ کتاب مدارس اسلامیہ کے طلبہ کے لئے لائق استفادہ ہے۔ مولانا موصوف اپنی اس علمی اور تحقیقی کاوش پر مبارکباد کے مستحق ہیں

میں دست بدعا ہوں کہ رب قدیر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے، کتاب کا فیضان عام کرے اور موصوف کو دارین میں سعادت مند رکھے۔

(حضرت علامہ) خلیل اللہ نظامی مصباحی
جامعہ صمدیہ پھپھوند شریف۔ یوپی
۱۵ر جولائی ۲۰۲۱ بروز پنجشنبہ

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہ وأصحابہ اجمعین

اما بعد فأعوذ باللہ من الشیطن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۔ (پ ۴ ۔ س نساء ۔ آیت ۷)

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : تعلّموا الفرائضَ وعلّموہ الناسَ فإنہا نصفُ العلم أو کما قال صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (مستدرک حاکم: ۷۹۴۸)

علم میراث اور ہماری کوتاہیاں

جہاں تک اس علم کی اہمیت و افادیت کا تعلق ہے تو علم کے جتنے فضائل قرآن وسنت میں بیان ہوئے ہیں وہ سب علم فرائض کی فضیلت کو بھی شامل ہیں اور کچھ خصوصی فضائل بھی قرآن وسنت سے ثابت ہیں ۔ اللہ رب العزت نے اس علم کو اہمیت عطا فرمائی ہے قرآن کریم میں ، پیارے آقا ﷺ وسلم نے اس کی افادیت کو اجاگر فرمایا ہے حدیث پاک میں ، پھر آپ کے صحابۂ کرام ، تابعین اور ائمۂ مجتہدین نے اور پھر فقہائے کرام نے اس کو اہمیت دیتے ہوئے اس کو مستقل خاص باب کے طور پر اپنی کتابوں میں ذکر فرمایا ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کو اس طرح اہمیت عطا فرمائی کہ سورۂ نساء میں مظالم جاہلیت اور رسومات جاہلیت کا رد فرماتے ہوئے اجمالی طور پر یہ ذکر فرمایا

"لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا" (پ ۴ ۔ س نساء ۔ آیت ۷)

ترجمۂ کنزالایمان : مردوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کے لئے حصہ ہے اس میں سے جو چھوڑ گئے ماں باپ اور قرابت والے ، ترکہ تھوڑا ہو یا بہت ، حصہ ہے اندازہ باندھا ہوا ۔

مظالم جاہلیت میں سے ایک ظلم یہ تھا کہ اس زمانے کے لوگ عورتوں، بچوں کو میراث نہیں دیتے تھے اور ان کا نظریہ یہ تھا کہ میراث کا مستحق وہ شخص ہے جو دشمن کے ساتھ مقابلہ کر سکے اور مال غنیمت جمع کر سکے۔ چونکہ عورتیں اور بچے یہ کام نہیں کر سکتے اس لئے ان کو میراث سے محروم رکھتے تھے۔ اللہ رب قدیر نے اس ظالمانہ رسم کی تردید کرتے ہوئے فرمایا کہ مرد کا بھی حصہ ہے اور عورت کا بھی۔ پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کا اجمالا ذکر فرمایا اور اس کے بعد اس کی تفصیل خود بیان فرمائی۔

عام احکامات میں عادت باری تعالیٰ یہ ہے کہ وہ کلیہ بیان فرما دیتا ہے اور ان کی تفصیلات پر انبیاء علیہم السلام کو مامور فرما دیتا ہے؛ جیسا کہ قرآن مجید میں نماز کا حکم ہے "اقیمو الصلوۃ"، زکوۃ کا حکم ہے "اتو الزکوۃ" لیکن نماز کی رکعتیں کتنی ہیں؟ اس کو کس کیفیت و انداز سے پڑھا جائے؟ اس کی جملہ تفصیلات اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے ذمہ رکھا، چنانچہ آپ نے اپنے قول و فعل کے ذریعہ اس کی وضاحت فرمائی اور فرمایا "صلوا کما رأیتمونی أُصلی" اسی طرح ادائے زکوۃ کی تفصیلات بھی قرآن کریم میں نہیں ہے، سنت رسول ﷺ میں ہے۔ لیکن علم میراث میں اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس کی تمام تفصیلات خود بیان فرمائی نہ کسی نبی مرسل کے حوالے کیا نہ کسی ملک مقرب کے حوالے کیا اور نہ کسی امام و مجتہد کے ذمہ سونپا۔

اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس علم کی بایں طور اہمیت و افادیت کا تذکرہ فرمایا کہ آپ نے بطور خاص اس علم کو سیکھنے اور سکھانے کا حکم فرمایا، فرمایا "تعلّموا الفرائضَ و علّموہ الناسَ فإنہ نصفُ العلم" (مستدرک حاکم:۷۹۴۸)

اس کی فضیلت کے حوالے سے دوسری روایتیں بھی ہیں: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے ہیں "تعلمو القرآنَ والفرائضَ و علموا الناس فإنی مقبوض" قرآن کریم سیکھو اور علم فرائض سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ، اس لئے کہ میں تو دنیا سے بظاہر چلا جاؤں گا (ترمذی:۲۰۹۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: " تعلمو القرآنَ و علموهُ الناس و تعلمو الفرائض و علموه الناس فإنی امرؤٌ مقبوضٌ وإن العلم سیُقبَض و تَظهرُ الفتنُ حتی یختلفَ الإثنانِ فی الفریضة لایجدانِ من یقضی بها" قرآن سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ، علم فرائض سیکھو اور لوگوں کو سکھاؤ اس لئے کہ میں تو (دنیا سے بظاہر) چلا جاؤں گا اور عنقریب علم اٹھا لیا جائے گا، فتنے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ دو شخص کسی علم فرض کے مسئلے میں جھگڑیں گے اور ان کو اس میں کوئی فیصلہ کرنے والا نہ ملے گا (مستدرک حاکم: ۷۹۵۰)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دفعہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا۔

"یا اباھریرۃ! تعلموا الفرائضَ و علموهُ فإنه نصف العلم وإنه یُنسیٰ وهو اول ما یُنزَع من امتی" اے ابو ہریرہ! علم فرائض سیکھو اور اسے لوگوں کو سکھاؤ کیونکہ یہ نصف علم ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا کہ یہ بھلا دیا جائے گا اور میری امت میں سب سے پہلے جو علم بھلایا جائے گا وہ علم فرائض ہی ہے۔ (مستدرک حاکم: ۷۹۴۸)

صحابۂ کرام نے بھی اس علم کو بڑی اہمیت دی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اس علم کے اندر بڑے ماہر تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود فرمایا "أعلمها بالفرائض زیدُ بن ثابت" (مسند احمد، مسند انس بن مالک: ۱۳۲۴۲)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو خاص طور سے وصیت فرمائی کہ " تعلّمو ا الفرائضَ فانه مِن دینِکم" میراث کا علم سیکھو کیونکہ یہ تمھارے دین میں سے ہے۔ (سنن دارمی: ۲۸۹۳)

لیکن آج اس علم کے بارے میں بڑی کوتاہی برتی جاتی ہے اور نصاب میں صرف ایک کتاب پڑھائی جاتی ہے اور وہ بھی رسمی طور پر، اس لئے اس علم میں عام

کمزوری ہے۔فقہ کی کتابوں میں مستقل باب وکتاب کے طور پر علم فرائض موجود ہے اسی طرح احادیث کی کتب میں بھی کتاب الفرائض موجود ہے لہذا اس کو بڑے اہتمام کے ساتھ پڑھایا جانا چاہئے کیونکہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو بطور خاص پڑھنے کا حکم دیا اور پڑھانے کا بھی۔

جہاں تک اس پر عمل کا مسئلہ ہے تو عورت جیسے زمانۂ جاہلیت میں مظلوم تھی میراث کے اعتبار سے، اسی طرح آج بھی وہ محروم ہے ہندو پاک کے اکثر صوبہ جات میں بعض خواتین کو تو یہ بھی پتہ نہیں ہے کہ میراث میں ان کا حصہ ہے یا نہیں اور کہیں ان سے معاف کرایا جاتا ہے اور بعض مقامات پر تو عورتوں کو یہ حق تک نہیں کہ وہ کہہ سکیں کہ میراث میں میرا بھی حصہ ہے۔معلوم ہوا کہ علمی اعتبار سے بھی اس میں کمزوریاں ہیں اور عملی اعتبار سے بھی،گویا میراث آج کل خود لاوارث ہے۔

اس کے اندر علمی کمزوری کا عالم یہ ہے کہ ۸۰ فیصد علما اور ائمۂ مساجد کہ ان سے اگر میراث کا مسئلہ پوچھا جائے تو وہ مسئلہ بتانے کے بجائے کسی دارالقضاء و دارالافتا کا راستہ بتا دیتے ہیں۔لہذا سب سے پہلے اس کو علمی طور پر زندہ کرنے کی ضرورت ہے، جب یہ علمی طور پر زندہ ہوگا تو ان شاء اللہ عملی طور پر خود بخود زندہ ہو جائے گا۔

اس میں ابتلائے عام ہے، روزانہ میراث کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ روزانہ لوگ پیدا ہوتے ہیں اور روزانہ لوگ مرتے بھی ہیں، اسی لئے زیادہ مسائل علما کے پاس اس کے آتے ہیں۔لہذا علما کے اندر ایسا ملکہ ہونا چاہئے کہ وہ شرعی طور پر مسلمانوں کے مسائل حل کرسکیں اور ورثا کے مابین شرعی طور پر ترکہ تقسیم کرسکیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو یہ توفیق بخشے کہ ہم سب اس کو علمی اعتبار سے بھی زندہ کریں اور عملی اعتبار سے بھی۔(آمین)

مبادیات علم میراث

مبادئ علم میراث سے مراد یہ ہے کہ علم میراث کتنے ناموں سے موسوم ہے اور پھر وجہ تسمیہ کیا ہے؟ پھر میراث کا معنیٰ لغوی اور اصطلاحی، علم میراث کی تعریف اور اس کے عناصر، موضوع، غرض وغایت کیا ہے؟ میراث کے اسباب وارکان، میراث کے شرائط اور اس کا فائدہ اور ثمرہ، اس کا شرعی حکم کیا ہے اور اس کا واضع اور مدوّن کون ہے؟ یہ ساری چیزیں مبادیات علم میراث کہلاتی ہیں۔

یہ علم دو ناموں سے موسوم ہے (۱) علم المیر اث یا مواریث (۲) علم الفرائض

میراث ومواریث کی وجہ تسمیہ:

میراث عربی زبان کا لفظ ہے، باب سمع سے اس کا فعل آتا ہے، یہ خود مصدر ہے۔ "ورِث یرِ ث إرثاً" کا، اس کا لغوی معنی آتا ہے "اِنتقالُ الشيءِ مِن شخصٍ الیٰ شخصٍ اٰخر أو مِن قومٍ الیٰ قومٍ اٰخر" کسی چیز کا منتقل ہونا ایک شخص سے دوسرے شخص کی طرف یا ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف۔ اب وہ منتقل ہونے والی شی مال ہو، علم ہو، عہدہ ومنصب ہو یا کچھ اور۔ چونکہ میراث میں مردے کا ترکہ اس کے زندہ ورثا کی طرف منتقل کیا جاتا ہے اس لئے اس علم کا نام علم میراث ہے۔ قرآن کریم میں یہ لفظ اسی معنی میں مستعمل ہے "ورِث سلیمنُ داؤدَ" سلیمان علیہ السلام، داؤد علیہ السلام کے وارث بنے۔ آیت کریمہ میں میراث سے مراد مال کی میراث نہیں ہے بلکہ نبوت وعلم کی میراث ہے کیونکہ انبیا علیہم السلام کی مالی میراث نہیں ہوتی۔ آقا ﷺ کا ارشاد پاک ہے "لا نُورَث ما ترکناہ فھو صدقة" (صحیح مسلم :۱۷۵۸)

فرائض کی وجہ تسمیہ

پہلی وجہ یہ کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "فریضة من الله" چونکہ فریضہ بمعنی مفروض اور وارث کا مقررہ حصہ ہے، یہ فرض سے ماخوذ ہے، اس کا معنی ہوتا ہے وارث کا وہ مقررہ حصہ جو قرآن وحدیث میں بیان کیا گیا ہو۔ تو چونکہ اس فن میں مقرر اور

متعین حصوں کا علم ہوتا ہے اس لئے اس کو علم فرائض کہتے ہیں۔اور دوسری وجہ یہ کہ یہ نام اس کو اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے عطا کیا ہے اور آپ نے فرمایا ہے " تعلّموا الفرائضَ و علّموہ الناسَ فإنہا نصفُ العلم "۔(مستدرک حاکم:۷۹۴۸)

میراث کی تعریف

علم میراث کی تعریف سے پہلے لفظ میراث کی تعریف بھی لازمی ہے کہ میراث کسے کہتے ہیں؟ اصطلاح میں میراث کہتے ہیں " انتقالُ المِلْکیۃِ من المیت إلیٰ ورثتِہ الإحیاء " ملکیت کا منتقل ہونا میت سے اس کے زندہ ورثا کی طرف۔اس نے جو کچھ چھوڑا اور جس کا وہ شرعی مالک تھا، وارث کی طرف اس کے منتقل ہونے کا نام میراث ہے خواہ وہ سونا چاندی ہو، نقدی ہو، گھر اور زمین ہو اور ہر وہ چیز جس کا مردہ شرعی طور پر مالک تھا حتی کہ ایک سوئی بھی ترکہ کے اندر شامل ہوتی ہے، اسی طرح وہ شرعی حقوق جس میں میراث جاری ہوتی ہے، ان سب کو میراث کہا جاتا ہے۔

اصطلاحی تعریف

علم میراث کی اصطلاحی تعریف یہ ہے کہ " ھو علمٌ بأُصولٍ من فقہٍ و حسابٍ یُعرفُ بہا نصیبُ کلِّ وارث " علم میراث نام ہے فقہ اور حساب کے چند ایسے قواعد کے جاننے کا کہ جن کے ذریعہ ترکہ میں سے ہر وارث کے حصے کو معلوم کیا جاسکے۔

علم میراث کے عناصر

بنیادی طور پر علم میراث کے تین عناصر ہیں (۱) معرفۃ الوارث و غیرِ الوارث، وارث اور غیر وارث کو پہچاننا۔ (۲) معرفۃُ نصیبِ کلِ وارث ، ہر وارث کا حصہ جاننا۔ (۳) الحسابُ الموصلُ الیٰ ذالك ، اس حساب کا جاننا جو اس میں کام آتا ہے۔ کیونکہ جب کسی عالم یا مفتی سے میراث کے حوالے سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا ہے تو اس کے سامنے تین مسائل پیش آتے ہیں، سب سے پہلے اس کو یہ جاننا ضروری ہوتا ہے کہ اس میت کے کون شرعی وارث ہیں اور کون نہیں۔ورثا کی تعیین کے بعد دوسرے نمبر

پر یہ ضرورت پڑتی ہے کہ اس متعین وارث کا حصہ کتنا ہوگا؟ یہ دونوں چیزیں منصوصی ہیں، قرآن وسنت میں موجود ہیں۔ تیسری چیز کہ جس کی عالم ومفتی کو ضرورت پڑتی ہے وہ یہ کہ یہ حصہ وارث کو کیسے دیں، کل مال کے کتنے حصے بنائے جائیں اور اس وارث کا حصہ اس میں کتنا ہوگا؟ تو ایسی صورت میں ایسے حساب کی ضرورت پڑتی ہے جو اس میں کام آتا ہے۔

موضوع: کسی بھی علم کا موضوع وہ ہوتا ہے جس سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے چنانچہ علم میراث میں ترکہ اور ورثا سے بحث ہوتی ہے لہذا ترکہ اور ورثا اس علم کا موضوع قرار پائیں گے۔

غرض وغایت: "ایصالُ کلِّ ذی حق حقه مِن التّرِکةِ" ترکہ میں سے ہر حقدار کو اس کا حق پہونچانا۔ بعض علما یہ بھی فرماتے ہیں کہ" حفظُ حقوقِ الایتامِ والأراملِ من تسلُّطِ الظَلَماءِ و الجبابرةِ۔ یتیم بچوں اور بیواؤں کے حقوق کی حفاظت کرنا ظالم وجابر لوگوں کے تسلط سے۔

ارکان: ارکان، رکن کی جمع ہے، ستون اور کھمبے کو کہتے ہیں اور اس سے مراد وہ چیزیں ہوتی ہیں جن پر کسی چیز کے وجود کا مدار ہوتا ہے۔ علم میراث کے تین ارکان ہیں۔

مورث یا مورّث: وہ مرنے والا کہ جس کے مال کو پسماندگان میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

وارث: وہ رشتہ دار جو مرنے والے کے مال کے شرعی حقدار ہوتے ہیں اسباب ارث میں سے کسی ایک سبب کے پائے جانے کی وجہ سے۔

موروث: وہ مال جس کو تقسیم کیا جاتا ہے۔

اسباب اِرث: اسباب ارث تین ہیں: (۱) قرابت یعنی نسب (۲) زوجیت (۳) وَلاء

شرائط: علم میراث کی شرطیں بھی تین ہیں: (۱) مورث کا مرنا (۲) وارث کا ہونا (۳) جہت وراثت کا علم اور مانع کا نہ ہونا۔

(۱) مورث کے مرنے کا مطلب یہ ہے کہ مورث مر چکا ہو خواہ حقیقۃ ہو، حکما ہو یا تقدیرا **حقیقۃ:** اس کی مثال واضح ہے کہ کوئی شخص حقیقی طور پر مر جائے۔

حکما: کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص گم ہو جائے، کیونکہ اس صورت میں شرعا اس پر حکمی طور پر میت کا حکم لگ جاتا ہے اور اس کے مال کو اس کے ورثا میں بانٹ دیا جاتا ہے۔
اور تقدیرا مرنے کا مطلب یہ ہے کہ جَنین یعنی عورت کے پیٹ میں موجود بچے کو ظلما مار دینے والے پر غُرہ لازم ہوتا ہے اور وہ غرہ اس جنین کے ورثا پر تقسیم ہوتا ہے، گویا کہ جنین جس کی ابھی حیات اور وجود بھی مکمل نہیں ہوا تھا لیکن اس کی موت تقدیرا مان لی گئی ہے۔

(۲) وارث کے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وارث زندہ ہو کیونکہ اگر وارث مرگیا ہو تو ایک مردہ دوسرے مردے کا وارث نہیں بن سکتا۔ جیسے والد کے انتقال سے پہلے ہی کسی بیٹے کا انتقال ہو جائے تو والد کی وراثت میں اس کا حصہ نہیں ہوتا پھر حیات وارث کی بھی دو قسمیں ہیں؛
ایک حیات حقیقی اور ایک حیات حکمی۔ حیات حقیقی تو اس کی مثال ظاہر ہے کوئی شخص زندہ ہو اور اس کی زندگی مشاہدے میں ہو۔
حیات حکمی؛ جیسے: حمل کا موجود ہونا، کیونکہ شریعت اسلامیہ نے اس کے وجود کا بھی تقدیرً ااعتبار کیا ہے لہذا وہ بھی وارث ہوگا۔

(۳) جہت وراثت کا علم اور مانع کے نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص وارث ہو رہا ہو اس کے وارث ہونے کی جہت معلوم ہو کہ یہ ذی فرض ہے یا عصبہ، یہ زوجیت کی بنا پر وارث ہو رہا ہے یا نسب کی بنا پر، اور اس کے اندر موانع ارث میں سے کوئی مانع تو موجود نہیں ہے۔

اصول وماٰخذ: اس کے ماٰخذ بھی تین ہیں۔(۱) کتاب اللہ (۲) سنت رسول اللہ (۳) اجماع

نوٹ: یہ خیال رہے کہ علم میراث کے ثبوت میں قیاس کا کوئی عمل دخل نہیں ہے، اس لئے کہ اس علم کے اصول وقواعد توقیفی اور سماعی ہیں، ان کا تعلق نقل سے ہے، عقل وقیاس کی روشنی میں ان کو مقرر نہیں کیا جاسکتا۔ (شامی: ۶/ ۷۵۸)

ثمرہ اور فائدہ: ہر علم کا ایک ثمرہ اور فائدہ ہوتا ہے اگر وہ حاصل نہ ہو تو اس علم کی تحصیل بے سود و عبث ہوتی ہے، جیسا کہ علما فرماتے ہیں "حصولُ کلِّ علمٍ لغایتہ وثمرتہ" ہر علم اپنے غایت اور ثمرہ کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر علم صرف کا ثمرہ یہ ہے کہ صیغوں کی شناخت و پہچان ہو، نحو کا فائدہ اور ثمرہ یہ ہے کہ درست عبارت پڑھی اور لکھی جاسکے اور غلطی سے آدمی محفوظ رہے۔ اگر کوئی شخص نحو و صرف کی بہت ساری کتابیں پڑھ لے لیکن نہ وہ صیغہ پہچانتا ہے، نہ درست عربی لکھ اور پڑھ سکتا ہے تو اس کو نحو و صرف کا فائدہ اور ثمرہ حاصل نہیں ہے۔ اسی طرح علم میراث کا بھی ایک فائدہ اور ثمرہ ہے وہ یہ کہ " أن تحصُلَ لِمتعلِّمِه مَلَكةٌ يقدرُ بها على قسمةِ التركة بين المستحقين بالوجه الشرعيّ" یعنی اس کے پڑھنے والے کے اندر ایسا ملکہ پیدا ہو جائے کہ جس کے ذریعہ وہ ورثا کے درمیان شرعی طور پر ترکہ کی تقسیم کر سکے۔ اگر کوئی شخص میراث کی بہت ساری کتابیں پڑھ لے لیکن وہ ایک چھوٹا سا مسئلہ حل نہیں کر سکتا اور ورثا کے درمیان شرعی طور پر ترکہ تقسیم کرنے پر قادر نہیں ہے تو اس کو علم میراث کا فائدہ اور ثمرہ حاصل نہیں ہے بلکہ یوں کہہ لیجئے کہ اس نے اپنا وقت لغو اور بے کار گزار دیا۔ جیسا کہ آج کل تمام علوم و فنون کے ساتھ ایسا ہو رہا ہے اور یہ بہت بڑا المیہ ہے کہ ایک فن کی بہت ساری کتابیں پڑھی اور پڑھائی جاتی ہیں لیکن طلبہ کے اندر ملکہ پیدا نہیں ہو پاتا (الا ما شاء اللہ)۔

حکم: اس علم کو جملہ تفصیلات کے ساتھ جاننا فرض کفایہ ہے، لیکن کم از کم اتنا جاننا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے کہ میت کی جائیداد کو کتاب و سنت اور اجماع امت کی روشنی میں ان کے مستحقین تک پہونچانا ضروری ہے۔

واضع و مدون: وہ فقہائے کرام ہیں جنھوں نے اس کو فقہ کا ایک مستقل باب بنایا اور اپنی کتابوں میں اس کو جگہ دی۔

میت کے مال وجائیداد سے وابستہ حقوق کا بیان

جب کسی شخص کا انتقال ہوجاتا ہے تو اس کے مال سے ترتیب وار چار حقوق متعلق ہوتے ہیں، جن کو بالترتیب پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ان کو''حقوق اربعہ متعلق بہ ترکہ'' کہا جاتا ہے۔ذیل میں ان کو اجمالا ذکر کیا جارہا ہے

پہلا حق میت کی تجہیز وتکفین کا خرچہ: مردہ اپنے مال کا سب سے پہلے اور سب سے زیادہ خود محتاج ہوتا ہے۔تجہیز وتکفین سے مراد یہ ہے کہ روح نکلنے کے بعد سے لے کر دفن کرنے تک جتنے بھی اخراجات آتے ہیں وہ سب اس میں شامل ہیں؛ جیسے: کفن کا خریدنا، قبر کی جگہ خریدنا، غاسل کی اجرت اگر غسل اجرت پر دیا گیا ہو اور نقل وحمل کا کرایہ وغیرہ، شریعت کے مطابق وہ تمام چیزیں کہ جن کی ضرورت اس میں پڑتی ہے وہ سب اس میں شامل ہیں۔یہ مردے کا ایسا حق ہے کہ قرض سے بھی ساقط نہیں ہوسکتا ہے۔ واضح رہے کہ تجہیز وتکفین میں یہ لازمی ہے کہ اسراف بھی نہ ہو اور بخل بھی نہ ہو، جس کا معیار یہ ہے کہ وہ سنت کے مطابق ہو۔

دوسرا حق قرض کی ادائیگی: اگر میت کا سارا مال تجہیز وتکفین میں ہی صرف ہوگیا تو سارا قصہ ہی ختم ہوجائے گا اور اگر بچ گیا تو پھر اگر مردے پر قرض ہے تو قرض ادا کیا جائے گا۔ یہاں قرض سے مراد وہ قرض ہے جو حق العبد ہو کیونکہ بندہ محتاج ہے اور یہ معاف بھی نہیں کرتا ہے، اور اگر حقوق اللہ ہے تو اس کو مؤخر کیا جائے گا کیونکہ اللہ رحیم وکریم ہے اور اس کی ذات رحمت سے یہ امید ہے کہ وہ معاف فرمادے گا، لیکن بندہ محتاج ہے اور معاف بھی نہیں کرتا ہے لہذا اس کے حق کو ادا کیا جائے گا۔حدیث پاک میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا '' نفسُ المؤمنِ معلَّقةٌ بدَينِه حتى يُقضى'' مومن کی روح اس کے قرض (کے ادا نہ کرنے) کی وجہ سے (نجات و ہلاکت کے درمیان) اٹکی رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا قرض چکا دیا جائے۔(ترمذی:۱۰۷۸)

تیسرا حق وصیت کا نفاذ: اگر سارا مال قرض کی ادائیگی میں ختم ہوگیا تو بات ہی ختم ہوگئی لیکن اگر رہ گیا تو دیکھیں گے کہ میت نے کوئی وصیت تو نہیں کی ہے، اگر کی ہے تو ایک تہائی مال سے وصیت پوری کی جائے گی۔ وصیت کے نفاذ میں درج ذیل چند باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

(۱) وصیت جائز کام کی ہو: ایسے کام کی نہ ہو جو خلاف شرع ہو، ورنہ اس کو پورا کرنا درست نہیں، اس لئے کہ حکم شرع یہ ہے کہ "ألوصیۃُ بالمعصیۃِ باطلۃٌ" کسی باطل کام کی وصیت باطل ہے، اسے پورا کرنا درست نہیں۔ (ہدایہ: باب وصیۃ الذمی)

(۲) وصیت ثلث یا ثلث سے کم مال میں ہو: جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے: "انّ اللہَ عزَ و جلَ أعطاکم عند وفاتِکم ثلثَ اموالِکم زیادۃً فی اعمالِکم" اللہ تعالیٰ نے تمہارے اعمال میں اضافے کے لئے تمہیں اس بات کی اجازت دی ہے کہ تم اپنے اموال و جائیداد کے ایک تہائی کی وصیت کر سکتے ہو۔ (طبرانی کبیر: ۴۱۲۹)

(۳) وارث کے لئے وصیت نہیں ہونی چاہئے: اس لئے کہ ورثا کا جو حق ہے وہ شریعت کے اعتبار سے انھیں ملتا ہے، لہذا ان کے لئے وصیت نہیں کی جا سکتی اور کسی نے کی ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا۔ اس لئے کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے خطبۂ حجۃ الوداع میں یہ ارشاد فرمایا تھا "انّ اللہَ تبارك و تعالیٰ قد أعطیٰ لِکلِّ ذی حقٍ حقَّه فلا وصیۃَ لوارثٍ" بیشک اللہ تعالیٰ نے ہر صاحب حق کو اس کا حق دے دیا ہے لہذا کسی وارث کے لئے وصیت کا اعتبار نہیں (ترمذی: ۲۱۲۰)۔ ہاں یہ خیال رہے کہ اگر ورثا دلی رضامندی کے ساتھ اجازت دیں تو تہائی مال سے زیادہ کی وصیت بھی نافذ ہو سکتی ہے اور وارث کے لئے بھی وصیت کو پورا کیا جا سکتا ہے، لیکن اس اجازت کے لئے مندرجہ ذیل چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) تمام ورثا راضی ہوں: لہذا اگر بعض راضی ہوں اور بعض نہ ہوں تو صرف راضی ہونے والوں کے مال میں ان کے حصہ کے بقدر وصیت نافذ ہوگی۔ (درمختار: ۶/ ۶۵۶)

(۲) تمام ورثا بالغ ہوں: اگر کچھ ورثا بالغ ہوں اور کچھ نابالغ تو نابالغوں کی اجازت کا اعتبار نہ ہوگا (درمختار:۶/۶۵۶)

(۳) تمام ورثا عاقل ہوں: لہذا اگر کوئی مجنون اور دیوانہ ہو تو اس کی اجازت کا اعتبار نہیں۔ (درمختار:۶/۶۵۶)

(۴) دلی طور پر راضی ہوں: لہذا اگر صرف رعایۃً اور مروتاً زبانی طور پر اجازت دے دی جائے تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ ہے "لایحلُّ مالُ امرئٍ مسلمٍ الا بطِیبِ نفسِہ" کسی مسلمان کا مال اس کی دلی رضامندی کے بغیر حلال نہیں۔ (دارقطنی:۲۸۸۵)

(۵) اجازت وفات کے بعد دی گئی ہو: یعنی موصی کے مرنے کے بعد ورثا نے اجازت دی ہو، زندگی میں ورثا کی اجازت کا اعتبار نہ ہوگا، اس لئے کہ زندگی میں ہوسکتا ہے کہ ورثا نے وصیت کرنے والے کی مروت میں یا اس کے رعب میں آکر اجازت دے دی ہو۔ (درمختار:۶/۶۵۱)

چوتھا حق ترکہ کی تقسیم: تجہیز وتکفین، دیون کی ادائیگی اور وصیت کے نفاذ کے بعد باقی ماندہ مال کو ورثا کے درمیان قرآن کریم، سنت رسول ﷺ، اور اجماع امت کے اصول کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔ میراث میں نقدی، گھر، زمین، گاڑی، شخصی استعمال کی چیزیں جیسے چشمہ، لاٹھی، کپڑا، تسبیح اور موبائل حتی کی ایک سوئی بھی داخل ہے

ایک ضروری بات: عام طور پر ہوتا یہ ہے کہ لوگ بڑی بڑی جائیداد کو تو بانٹ لیتے ہیں لیکن مردے کا قلم کسی کو دے دیا، اس کی تسبیح کسی کو دے دی، لاٹھی کسی اور کو دے دیا وغیرہ وغیرہ جبکہ ورثا میں صغار بھی ہوتے ہیں جنکی اجازت بھی معتبر نہیں ہے۔ لہذا ہم سب کو ان باتوں کا خصوصی خیال رکھنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو شریعت کے مطابق عمل کرنے توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

موانع اِرث کا بیان

ورثا کی تین قسمیں ہیں: ذوی الفروض، عصبۂ نسبی اور ذوی الارحام۔ سب سے پہلے مال ذوی الفروض کو ملتا ہے، جو ان سے بچ جاتا ہے وہ عصبۂ نسبی کو ملتا ہے اور اگر عصبۂ نسبی نہ ہو تو ذوی الفروض پر رد ہوتا ہے، اور اگر ذوی الفروض اور عصبۂ نسبی دونوں نہ ہوں تو میراث کا مال ذوی الارحام کو ملتا ہے۔ لیکن ذوی الفروض، عصبات یا ذوی الارحام کو میراث تب ملے گی جب ان کے اندر موانع ارث میں سے کوئی مانع موجود نہ ہو۔

'موانع' یہ مانع کی جمع ہے اور مانع کہتے ہیں 'اَلحائلُ بین الشیئین' دو چیزوں کے درمیان حائل چیز یعنی رکاوٹ۔

میراث کی اصطلاح میں مانع کہتے ہیں کہ جس کی وجہ سے کسی شخص سے حکم میراث منتفی ہو جائے۔ جب مانع کسی کے اندر موجود ہو گیا تو اس سے میراث کا حکم منتفی ہو جائے گا یعنی اب اس سے میراث کی اہلیت ختم ہو گئی۔ اس مانع کی پھر دو قسمیں ہیں۔

(۱) مانع عن المورو ثیت: یہ مانع جس کے اندر ہو وہ مورث نہیں بن سکتا ہے۔ یہ صرف ایک ہے اور وہ نبوت ہے، جیسا کہ آقا ﷺ کا ارشاد پاک ہے "لا نورث ما ترکناہ فھو صدقۃ" (صحیح مسلم: ۱۷۵۸)

(۲) مانع عن الارث: یہ جس شخص کے اندر پائی جائے تو وہ وارث نہیں بن سکتا۔ ایسے مانع چار ہیں

(۱) غلام ہونا: غلام خواہ کامل ہو یا ناقص جیسے مکاتب، مدبر اور ام ولد، بہر حال وہ وارث نہیں بن سکتا، اس لئے کہ غلام خود مال ہے۔ ایک فقہی قاعدہ ہے "اَلعبدُ و ما ملکتْ یمینُہ لِسَیِّدِہٖ" غلام اور اس کے ہاتھ میں جو کچھ ہے وہ اس کے آقا کے لئے ہے، پس اگر غلام وارث ہو جائے تو اس کے پاس جو بھی مال آئے گا وہ اس کے مالک کے پاس جائے گا اور مالک اجنبی ہے مُردے سے، تو ایک اجنبی کا وارث ہونا لازم آئے گا، لہذا غلام وارث نہیں ہو سکتا۔

(۲)قتل: اس سے مراد وہ قتل ہے جس سے قصاص یا کفارہ لازم آتا ہے۔قاتل وارث نہیں ہوسکتا، آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا ’اَلقاتلُ لایرِثُ‘ ۔اوراس کی وجہ یہ ہے کہ قتل ایک جرم ہے اور میراث اللہ کی نعمت ہے تو ایک جرم ایک نعمت کا سبب کیسے بن سکتا ہے!۔اور دوسری وجہ علماء نے یہ بیان کی ہے کہ اصول فقہ کا ایک قاعدہ ہے کہ ’ مَن استعجلَ الشیئَ قبل اٰوانِہ عُوقِبَ بحِرمانِہ ‘ جو شخص کسی چیز کو اس کے وقت سے پہلے طلب کرے گا تو اس کو اس سے محروم کرکے سزا دی جائے گی۔اس نے انتظار نہیں کیا کہ مورث اپنی طبعی موت مرتا اور پھر یہ وارث ہوتا،اس نے جلدی کی اور اس کو قتل کر دیا لہذا اب اس کو میراث سے محروم کیا جائے گا۔اگر قاتل کو میراث سے محروم نہ کیا جاتا تو دنیا میں لاقانونیت ہوتی اور ہر شخص اپنے مورثین کو وقت سے پہلے قتل کر دیتا تا کہ ہم کو جلد میراث کا مال مل سکے، اس لئے شریعت نے ہمیشہ کے لئے اس جرم کے دروازے کو بند کر دیا قاتل کی میراث ختم کر کے۔ پھر قتل کی پانچ صورتیں ہیں ؛
(۱)قتل عمد۔(۲)قتل شبہ عمد۔(۳)قتل خطا۔(۴)قتل شبہ خطا۔ (۵)قتل بالسبب۔

(ان سب کی قدرے تفصیل کتاب کے آخر صفحہ ۱۳۲ پر مذکور ہے)

یہاں قتل سے اول الذکر چار صورتیں مراد ہیں چونکہ انھیں چار قسموں میں قصاص یا کفارہ لازم ہوتا ہے شرعا، جبکہ آخر الذکر یعنی قتل بالسبب میں قصاص وکفارہ کچھ لازم نہیں ہوتا اس لئے قتل بالسبب مانع ارث نہ ہوگا۔

(۳)اختلاف دین: یعنی اسلام اور کفر کے اعتبار سے اگر فرق ہو تو وراثت جاری نہیں ہو گی۔لہذا نہ مسلمان کسی کافر کا وارث ہوسکتا ہے اور نہ کوئی کافر کسی مسلمان کا۔ہاں کفار آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوں گے اگر چہ ان میں ملت کا فرق ہو، کیونکہ اختلاف ملل کے باوجود وہ ملت واحدہ کے حکم میں ہیں ۔ لأنّ الکفرَ ملۃٌ واحدۃٌ (حاشیہ سراجی:۱۶)

(۴)اختلاف دارین: مسلمانوں کے لئے تو اختلاف دار کوئی حیثیت نہیں رکھتا ہے اس لئے کہ اسلام نے تمام دنیا کو ایک وطن بنا دیا ہے، ایک مسلمان مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں پھر بھی آپس میں ایک دوسرے کے وارث و مورث ہوں گے۔ البتہ اگر کافر ہے اور اختلاف دار ہے تو وارث نہیں بن سکتا۔

اختلاف دار یا تو حقیقۃً ہوگا؛ جیسے: حربی اور ذمی۔ کیونکہ حربی دارالحرب میں اور ذمی دارالاسلام میں ہوتا ہے، پس گویا دونوں کے درمیان حقیقی طور پر دار کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ یا حکماً ہوگا؛ جیسے: مستامن اور ذمی اس لئے کہ دونوں ہی دارالاسلام میں ہیں لیکن مستامن عارضی طور پر ہے جبکہ ذمی مستقل طور پر، پس گویا دونوں ایک دار میں ہونے کے باوجود بھی حکمی طور پر دار کا اختلاف رکھتے ہیں، یا جیسے دو مختلف دارالحرب کے حربی، کیونکہ دونوں ہی حربی کافر ہیں لیکن دونوں الگ الگ دار کے ہیں لہذا ان کے درمیان ایک دار ہونے کے باوجود حکمی طور پر دار کا اختلاف پایا جاتا ہے۔

حربی: اس کافر کو کہتے ہیں جس نے مسلمانوں سے جزیہ کے عوض عقد ذمہ (یعنی اپنی جان و مال کی حفاظت کا عہد) نہ کیا ہو۔

ذمی: اس کافر کو کہتے ہیں جس کے جان و مال کی حفاظت کا بادشاہ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو۔

مستامن: مستامن وہ شخص ہے جو دوسرے ملک میں امان لے کر گیا۔ دوسرے ملک سے مراد وہ ملک ہے جس میں غیر قوم کی سلطنت ہو یعنی حربی دارالاسلام میں یا مسلمان دارالکفر میں امان لے کر گیا تو مستامن ہے۔ (بہار شریعت ج دوم ص ۴۴۳)

اختلاف دار کا تحقق: دارین کے مختلف ہونے کا معیار یہ ہے کہ دونوں داروں کا حاکم اور فوج الگ الگ ہو اور ان کے درمیان تناصر و تعاون نہ ہو۔ اگر یہ دونوں چیزیں نہیں ہوں گی تو مختلف دار نہیں کہلائیں گے۔ (الشریفیہ: ۱۶)

حساب میراث: عدد کی تعریف وتقسیم

جیسا کہ ما قبل میں یہ بات ذکر کی گئی کہ علم میراث کے بنیادی عناصر تین ہیں وارث اور غیر وارث کو پہچاننا، ہر وارث کے حصے کو جاننا اور اس حساب کا جاننا جو اس علم میں کام آتا ہے۔ اس میں اول الذکر دو عناصر تو منصوص ہیں لیکن حساب چونکہ منصوص نہیں ہے لہذا یہاں حساب بیان کیا جارہا ہے۔

عدد کی تعریف: نصفُ مجموع الحاشیتینِ المتقابلتین۔ دو طرفوں کے مجموعے کے آدھا کا نام عدد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عدد وہ ہے کہ جس کے نیچے بھی کوئی عدد ہو اور اوپر بھی کوئی عدد ہو جب ان دونوں کو جمع کیا جائے تو بیچ کا عدد حاصل جمع کا آدھا ہو جائے؛ جیسے 3/عدد ہے اس لئے کہ تین کے نیچے کا حاشیہ دو ہے اور اور اوپر کا حاشیہ چار ہے، جب ہم چار اور دو کو جمع کریں گے تو حاصل جمع آتا ہے 6، یہ مجموع حاشیتین ہے اور بیچ کا عدد 3/اس کا نصف ہے۔

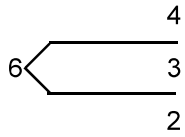

عدد کی اس تعریف سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ واحد عدد نہیں ہے اس لئے کہ اس کے نیچے کوئی حاشیہ نہیں ہے۔ اہل فرائض کی اصطلاح میں ایک کو عدد شمار نہیں کیا جاتا اور ویسے وہ عدد ہوتا ہے۔ پھر عدد کی دو قسمیں ہیں؛ عدد صحیح اور عدد مضاف۔

عدد صحیح: ألعددُ الذی لایکون مضافا الیٰ عددٍ أکبرَ منه۔ عدد صحیح اس عدد کو کہتے ہیں جو اپنے سے بڑے عدد کی طرف مضاف نہ ہو؛ جیسے مطلق اعداد۔

عدد مضاف: ألعددُ الذی یکون مضافا الیٰ عددٍ أکثرَ منه۔ عدد مضاف اس

عدد کو کہتے ہیں جس کی اضافت اپنے سے بڑے عدد کی طرف ہوئی ہو۔اس کے لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چونکہ بڑے عدد کی طرف اس کی اضافت ہوتی ہے تو پہلے صحیح عدد لکھا جاتا ہے مثلاً ہمیں نصف لکھنا ہے تو سب سے پہلے عدد صحیح 2 لکھیں گے پھر اس کے اوپر ایک لکیر کھینچ کر عدد مضاف لکھیں گے؛

$$\frac{1}{2}$$

یہ ہے نصف الاثنین ، نصف یعنی 1 مضاف اور اثنین یعنی 2 مضاف الیہ، دو کا آدھا۔اور 2 اس کا مخرج ہوتا ہے یعنی عدد صحیح مضاف کا مخرج ہوتا ہے۔اسی طرح ربع لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے عدد صحیح چار لکھیں گے پھر چار کے اوپر ایک لکیر کھینچ کر اس کے اوپر ربع لکھیں گے۔

$$\frac{1}{4}$$

تو یہ ہے ربع الاربعۃ، چار کا چوتھائی۔اسی پر ثمن، سدس، ثلث اور ثلثان وغیرہ کو قیاس کریں۔

اس کا سمجھنا اس لئے لازمی ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے وارثین کے چھ حصے بیان فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں ؛ نصف، ربع، ثمن، ثلثان، ثلث، سدس۔ یہ سب کسور کی جنس سے ہیں، مضاف ہیں اور جیسا کہ معلوم ہے کہ ہر کسر کے لئے مخرج ہوتا ہے؛ جیسے مذکورہ مثالوں میں نصف کا مخرج دو ہے، ربع کا مخرج چار ہے ثمن کا مخرج آٹھ ہے، ثلثان اور ثلث کا مخرج تین ہے اور سدس کا مخرج چھ ہے۔

یہاں یہ بھی پتہ چلا کہ فروض (متعینہ حصے) چھ ہیں اور ان کے مخارج پانچ ہیں اس لئے کہ ثلث اور ثلثان کا مخرج ایک ہے۔

تضعیف وتنصیف کا مطلب

جیسا کہ گزشتہ اوراق میں بیان ہوا کہ فروض چھ ہیں ۔نصف ، ربع ،ثمن ،ثلثان ، ثلث ،سدس

سراجی اور اس کے علاوہ دیگر فرائض کی کتابوں میں **باب مخارج الفروض** میں جب یہ چھ حصے بیان کئے جاتے ہیں تو اس سے دو کلمے متصلا بیان کئے جاتے ہیں ''تضعیف وتنصیف''۔چناچہ سراجی میں ہے الفروض المقدرۃ فی کتاب اللہ تعالیٰ ستۃ : النصف والربع والثمن والثلثان والثلث والسدس علی التضعیف والتنصیف۔

تضعیف کا معنی ہوتا ہے ڈبل کرنا اور تنصیف کا معنی ہوتا ہے آدھا کرنا،یعنی فروض کی جو دو قسمیں ہیں اول نصف ، ربع ثمن ؛ یہ سب تضعیفا اور تنصیفا ایک دوسرے میں داخل ہیں ۔دوم ثلثان ،ثلث اور سدس یہ بھی تضعیفا اور تنصیفا ایک دوسرے میں داخل ہیں،یعنی ڈبل کرنے یا آدھا کرنے سے یہ حصے بن جاتے ہیں ۔

اس تضعیف اور تنصیف کو سمجھنے کے لئے تھوڑا غور فرمائیں فرض کر لیجئے کہ آپ کے پاس آٹھ چیزیں ہیں جب آپ ان کی تضعیف یعنی ڈبل ڈبل کریں گے تو وہ ربع میں تبدیل ہو جائیں گی ،ثمن تضعیف سے ربع بنتا ہے یعنی آٹھ چیزوں کو اگر ڈبل کیا جائے وہ چار بن جاتی ہیں اور ربع تضعیف سے نصف بن جاتا ہے ۔عربی میں یوں کہیں گے 'ألثمن و ضعفه فهو ربع و ضعف ضعفِه فهو نصفٌ۔ اب اگر اسی کی تنصیف کریں گے تو جو نصف ہے وہ ربع بن جائے گا پھر اگر ربع کی تنصیف کریں گے تو وہ ثمن میں تبدیل ہو جائے گا تو یوں کہیں گے کہ ' ألنصف و نصفه فهو ربع و نصفُ نصفِه فهو ثمنٌ' ۔ پتا چلا کہ نصف ، ربع اور ثمن تضعیفا اور تنصیفا ایک دوسرے میں داخل ہیں ۔

اسی طرح ثلثان، ثلث اور سدس کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں بایں طور کہ آپ کے پاس چھ چیزیں ہیں، اب چھٹا حصہ جو سدس ہے اس کی تضعیف کریں گے تو ثلث ہو جائے گا پھر اگر ثلث کی تضعیف کریں گے تو ثلثان بن جائے گا۔ عربی میں یوں کہیں گے ' السدسُ و ضعفُه فهو ثلثٌ وضعفُ ضعفِه فهو ثلثان' ۔ اب ثلثان کی تنصیف کریں گے تو یہ ثلث بن جائے گا اور جب ثلث کی تنصیف کریں گے تو سدس بن جائے گا۔ عربی میں یوں کہیں گے ' الثلثان و نصفُه فهو ثلث و نصفُ نصفِه فهو سدسٌ' ۔

(تضعیف وتنصیف کی ایک اور مثال صفحہ ۱۳۳ پر مذکور ہے)

ورثا کے اقسام اور وارث ہونے میں ان کی ترتیب

ورثا کی تین قسمیں ہوتی ہیں (۱) ذوی الفروض، یعنی وہ لوگ کہ جن کے حصے کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہیں۔ (۲) عصبۂ نسبی، وہ لوگ جو ذوی الفروض کی موجودگی میں بچا ہوا مال لیتے ہیں اور اگر کچھ نہ بچے تو کچھ نہیں پاتے ہیں اور عدم موجودگی میں سارا مال لیتے ہیں۔ (۳) ذوی الارحام، وہ لوگ کہ جن کو میراث اس وقت ملتا ہے جبکہ میت کے وارثین میں نہ ذوی الفروض ہوں اور نہ عصبۂ نسبی۔

ذوی الفروض بارہ ہیں، ان میں سے چار مرد ہیں اور آٹھ عورتیں ہیں۔

چار مرد یہ ہیں: (۱) باپ (۲) دادا (۳) شوہر (۴) اخیافی بھائی یعنی ماں شریک بھائی۔

اور جو آٹھ عورتیں ہیں وہ یہ ہیں: (۱) بیوی (۲) حقیقی بیٹی (۳) پوتی (۴) حقیقی بہن (۵) علاتی بہن یعنی باپ شریک بہن (۶) اخیافی بہن یعنی ماں شریک بہن (۷) ماں (۸) دادی اور نانی، جس کو عربی میں جدۂ صحیحہ کہتے ہیں۔

چونکہ جدۂ صحیحہ کا اطلاق دادی اور نانی دونوں پر ہوتا ہے اس لئے ذوی الفروض کی تعداد اردو میں ۱۳/تیرہ ہے۔ ان کے حصے چونکہ قطعی اور یقینی ہیں اس لئے سب سے پہلے ان کا حصہ دیا جائے گا۔

پھر ذوی الفروض جو ۱۲ رہیں ان میں سے دس نسبی اور دو یعنی زوجین سببی ہیں۔اس لئے کہ نکاح کے سبب یہ ایک دوسرے سے میراث لیتے ہیں اور باقی نسب کی بنیاد پر لیتے ہیں۔

ذوی الفروض کے بعد عصبۂ نسبی کو حصے ملتے ہیں۔ان کے وارث ہونے کی دلیل قرآن کریم میں ہے "يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ"۔ اور حدیث پاک میں ارشاد ہے: أَلْحِقوا الفرائضَ بأهلِها فما بَقِيَ فهو لِأَوْلَىٰ رَجُلٍ ذكرٍ ۔(صحیح البخاری: کتاب الفرائض: ۶۷۳۲) پہلے ذوی الفروض کو ان کے حصے دے دو پھر جو مال باقی بچا وہ سب سے قریب ترین مرد کے لئے ہے۔

عصبات کا تفصیلی بیان عصبات کے بیان میں آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

عصبات سے جو مال بچتا ہے وہ ذوی الارحام کو ملتا ہے۔سب سے پہلے ذوی الفروض کو ملے گا پھر عصبہ کو، اگر عصبہ نہ ہو تو ذوی الفروض پر رد ہوگا اور اگر ذوی الفروض اور عصبہ دونوں نہ ہوں تو ذوی الارحام کو میراث کا مال ملے گا۔ان شاء اللہ ذوی الارحام کے بیان میں اس کی تفصیل آئے گی۔

اس کے علاوہ جو اور قسمیں کتابوں میں لکھی ہوتی ہیں جیسے عصبۂ سببی، مولی الموالاۃ ہیں (اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک مجہول النسب شخص کسی دوسرے معلوم النسب شخص سے کہے: تو میرا مولیٰ ہے، میرے مرنے کے بعد تو میرا وارث ہوگا اور اگر میں کوئی جنایت کروں تو تو میری طرف سے دیت ادا کرے گا اور وہ قبول کر لے) یا ألمقر له بالنسب على الغير ہے (یہ وہ شخص ہے جس کے بارے میں میت نے کسی غیر کے ساتھ ثبوت نسب کا معتبر اقرار کیا ہو، اس حیثیت سے کہ اس کے اقرار سے وہ نسب ثابت نہ ہوا ہو) یہ اقسام یا تو بالکل نہیں ہوتی ہیں یا ہوتی ہیں تو شاذ و نادر یونہی آج کل غلام بھی نہیں ہیں اس لئے ان دونوں صنفوں کو ترک کر دیا ہے۔

ذوی الفروض کا بیان

ذوی الفروض، یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے حصے کتاب وسنت اور اجماع امت سے ثابت ہیں۔

ذوی الفروض بارہ افراد ہیں، ان میں سے چار مرد ہیں اور آٹھ عورتیں ہیں۔

چار مرد : (۱) باپ (۲) دادا (۳) شوہر (۴) اخیافی یعنی ماں شریک بھائی۔

آٹھ عورتیں: (۱) بیوی (۲) حقیقی بیٹی (۳) پوتی (۴) حقیقی بہن (۵) علاتی یعنی باپ شریک بہن (۶) اخیافی یعنی ماں شریک بہن (۷) ماں (۸) جدۂ صحیحہ (دادی اور نانی)۔

ولد اور لفظ زوج کی تحقیق

فائدہ: **'ولد'** کا لفظ عرف عام میں بیٹے کے لئے بولا جاتا ہے لیکن عربی زبان میں اور قرآن وسنت میں **ولد** کا اطلاق بیٹی اور بیٹا دونوں پر ہوتا ہے۔ لہذا قرآن کریم سورۂ نساء میں آیات میراث کا تذکرہ فرماتے ہوئے جہاں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ نے **"ولد"** کا لفظ ذکر فرمایا ہے تو وہاں ولد سے مراد بنت اور ابن دونوں ہوں گے۔

اسی طرح زوج کا لفظ عربی میں 'زوج' بیوی کو بھی کہتے ہیں اور شوہر کو بھی کہتے ہیں لیکن میراث میں فرق کرنے کے لئے زوج کے ساتھ "ۃ" بڑھا دی جاتی ہے تا کہ یہ پتہ چل سکے کہ یہ شوہر نہیں ہے بلکہ بیوہ ہے۔

ذوی الفروض کے احوال کا بیان

ذوی الفروض کے احوال کیسے ذہن میں بیٹھیں؟ عام طور پر میراث کے پڑھنے والے اس میں پریشان ہوتے ہیں اور انہیں یہ شکایت ہوتی ہے کہ ہمیں احوال یاد نہیں رہتے۔ اس کی واحد وجہ یہ ہے کہ وہ قرآن کریم سے احوال سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں " مَن علِم الفرائضَ مِن غیرِ علمٍ بها من القرآنِ ما أسرع ما ینسٰها " جو شخص فرائض کو سیکھتا ہے قرآن سے سیکھے بغیر تو کیا ہی جلدی اس کو بھول جائے گا۔

لوگ احوال یاد رکھنے کے لئے فارسی، عربی اور اردو وغیرہ کے اشعار تو یاد کرتے ہیں لیکن قرآن کریم کی صریح آیتوں میں احوال موجود ہیں، اس کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اس لئے ذوی الفروض کے جو فروض ہیں انھیں ہم قرآن، حدیث اور اجماع امت کی روشنی میں بیان کرنے کی کوشش کریں گے ان شاء اللہ۔

سب سے پہلے ذوی الفروض میں سے شوہر اور بیوی کے احوال بیان کئے جارہے ہیں۔

شوہر کے احوال: شوہر کی کل دو حالتیں ہیں۔

(۱) مرنے والی عورت کی کسی بھی قسم کی مذکر و مؤنث، بواسطہ یا بلا واسطہ کوئی اولاد نہ ہو تو اس صورت میں شوہر کو نصف یعنی آدھا ترکہ ملے گا۔

(۲) مرنے والی عورت کی کسی بھی قسم کی مذکر و مؤنث، بواسطہ یا بلا واسطہ ایک یا ایک سے زائد اولاد ہو تو شوہر کو ربع یعنی ترکہ کا چوتھائی حصہ ملے گا۔

نمبر شمار	صورتیں	حصص	قرآنی آیات
۱	مرنے والی کی کسی بھی طرح کی کوئی اولاد نہ ہو۔	نصف	وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ
۲	مرنے والی کی کسی بھی طرح کی کوئی اولاد ہو۔	ربع	وَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ

(زوجہ/بیوہ) کے احوال: بیوہ کی بھی کل دو حالتیں ہیں:

(۱) مرنے والے کی کسی بھی قسم کی مذکر ومؤنث، بواسطہ یا بلاواسطہ بالکل اولاد نہ ہو تو اس صورت میں بیوی کو ربع یعنی ترکہ کا چوتھائی حصہ ملے گا۔

(۲) مرنے والے کی کسی بھی قسم کی مذکر ومؤنث، بواسطہ یا بلاواسطہ ایک یا ایک سے زائد اولاد ہو تو بیوی کو ثمن یعنی ترکہ کا آٹھواں حصہ ملے گا۔

نمبر شمار	صورتیں	حصص	قرآنی آیات
۱	مرنے والے کی کسی بھی طرح کی کوئی اولاد نہ ہو۔	ربع	وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِن لَّمْ يَكُن لَّكُمْ وَلَدٌ
۲	مرنے والے کی کسی بھی طرح کی کوئی اولاد ہو۔	ثمن	وَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ

باپ کے احوال: باپ کی تین حالتیں ہیں:

(۱) میت کی کسی بھی قسم کی اولاد نہ ہو تو والد عصبۂ محض ہوگا۔ عصبۂ محض کا مطلب یہ ہے کہ اس صورت میں والد کو ذوی الفرض نہیں بلکہ صرف عصبہ ہونے کی حیثیت سے بقیہ مال ملے گا۔

(۲) مرنے والے کی صرف مؤنث اولاد ہو، خواہ بیٹی ہو یا پوتی نیچے تک، ایک ہو یا ایک سے زائد تو والد ذوی الفرض بھی ہوگا اور عصبہ بھی، یعنی ابتداءً ترکہ کا چھٹا حصہ پائے گا اور پھر آخر میں باقی ماندہ ترکہ بطور عصوبت لے گا۔

(۳) مرنے والے کی صرف مذکر اولاد ہو، خواہ بیٹا ہو یا پوتا نیچے تک، ایک ہو یا ایک سے زائد تو والد صرف ذی فرض ہوگا اور سدسِ محض پائے گا، عصبہ بالکل نہیں ہوگا۔

نمبر شمار	صورتیں	حصص	قرآنی آیات/احادیث/اجماع
۱	مرنے والے کی کسی بھی طرح کی کوئی اولاد نہ ہو۔	عصبۂ محض	فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ
۲	مرنے والے کی صرف مؤنث اولاد ہو	سدس مع العصبہ	ألحقوا الفرائض بأهلها فما بقي فهو لأولى رجلٍ ذكرٍ (صحیح مسلم: کتاب الفرائض: ۱۶۱۵)
۳	مرنے والے کی صرف مذکر اولاد ہو	سدس محض	وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ

دادا کے احوال: دادا کی کل چار حالتیں ہیں:

تین احوال تو بعینہ وہی ہیں جو جو باپ کے ہیں اور چوتھی حالت یہ ہے کہ باپ کی موجودگی میں دادا ساقط ہو جائے گا اس کے دلائل بھی بعینہ وہی ہیں جو جو باپ کے احوال میں بیان کئے گئے (کیونکہ یہ باپ کی طرح ہے) سوائے چوتھی حالت سقوط کے۔اس کا تذکرہ عصبات کے بیان میں آئے گا ان شاء اللہ۔

نمبر شمار	صورتیں	حصص	قرآنی آیات/ احادیث/ اجماع
۱	مرنے والے کی کسی بھی طرح کی کوئی اولاد نہ ہو	عصبہ محض	فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ
۲	مرنے والے کی صرف مؤنث اولاد ہو	سدس مع العصبہ	ألحِقوا الفرائضَ بأهلِها فما بَقِيَ فهو لأَولَى رجلٍ ذَكَرٍ (صحیح مسلم: کتاب الفرائض: ۱۶۱۵)
۳	مرنے والے کی صرف مذکر اولاد ہو	سدس محض	وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ
۴	میت کا باپ موجود ہو	سقوط	ألأقرب فالأقرب

اخیافی یعنی ماں شریک بہن بھائیوں کے احوال: اخیافی بہن بھائیوں کی تین حالتیں ہیں:

(۱) میت کا صرف ایک خیفی بھائی یا بہن ہو تو اس کو سدس ملے گا۔

(۲) میت کے ایک سے زیادہ خیفی بھائی بہن ہوں خواہ سب بھائی یا سب بہن یا دونوں طرح کے ہوں تو ان کو ثلث یعنی ایک تہائی ملے گا اور وہ ثلث ان سب پر برابر برابر تقسیم ہوگا، بھائی کو بہن کے مقابلے میں دوگنا نہیں دیا جائے گا۔

(۳) میت کی اصول و فروع یعنی والد، دادا وغیرہ یا بیٹا بیٹی، پوتا پوتی وغیرہ میں سے کوئی موجود ہو تو اخیافی بھائی بہن ساقط ہوں گے۔

نمبر شمار	صورتیں	حصص	قرآنی آیات/احادیث/اجماع
۱	حقیقی بھائی یا بہن ایک ہو	سدس	وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ (القرآن)
۲	حقیقی بھائی یا بہن دو یا دو سے زیادہ ہوں	ثلث	فَإِنْ كَانُوْا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ. (القرآن)
۳	اصول وفروع میں سے کوئی ہو	سقوط	لِأنّ استحقاقَ أولادِ الأمِّ مشروطٌ بكون المورثِ كلالة لقوله تعالىٰ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَة

قرآن کریم میں رب کریم کا فرمان عالیشان ہے "وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً أَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُس"۔ اگر وہ میت جس کا ترکہ تقسیم کیا جارہا ہے وہ کلالہ ہو۔ کلالہ کہتے ہیں "مَن لا ولدَ له ولا والدَ" یعنی اس کے اصول وفروع نہ ہوں، اور اس کا ایک بھائی یا بہن ہو تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔ یہاں 'أخ' اور 'أخت' سے مراد 'مِن الام' ہیں۔ اس کی دلیل حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت ہے، اس میں 'مِن الأم' کے الفاظ موجود ہیں۔ حقیقی اور علاتی بہن بھائیوں کے احوال سورۂ نساء کے آخر میں موجود ہیں۔ (حاشیۂ سراجی:۲۰)

حقیقی بیٹیوں کے احوال: حقیقی بیٹیوں کی تین حالتیں ہیں

(۱) مرنے والے کی ایک ہی حقیقی بیٹی ہو تو اس کو نصف ملے گا۔

(۲) مرنے والے کی ایک سے زائد بیٹیاں ہوں تو ان کو ثلثان یعنی دو تہائی حصہ ملے گا

(۳) مرنے والے کی حقیقی بیٹی (خواہ ایک ہو یا ایک سے زیادہ) کے ساتھ حقیقی بیٹا آجائے تو وہ ان بیٹیوں کو عصبہ بنالے گا اور ان بیٹوں اور بیٹیوں کے درمیان "للذکر مثل حظ الانثیین" کے ضابطہ کے مطابق ترکہ تقسیم ہوگا۔

نمبر شمار	صورتیں	حصص	قرآنی آیات/ احادیث/ اجماع
۱	حقیقی بیٹی جب کہ ایک ہو	نصف	وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ (القرآن)
۲	دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہوں	ثلثان	وَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ (القرآن)
۳	حقیقی بیٹی کے ساتھ حقیقی بھائی بھی ہو	عصبہ	يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ (القرآن)

یہاں ایک بات عرض کرنا چاہوں گا وہ یہ کہ کافر اگر اسلام پر، اسلام کے قوانین پر اور اس کے عدل و انصاف پر اعتراض کرے تو وہ تو ہے ہی دشمن، اس سے کوئی گلہ نہیں ہے، لیکن بعض مغربیت زدہ قسم کے لوگ بھی اسلام کے احکامات پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں اسلام نے عورت کے ساتھ انصاف نہیں کیا، اس کو مرد کا آدھا حصہ دیا، مرد کے برابر حصہ نہیں دیا۔ ان کی یہ بات اور ان کا یہ اعتراض بالکل لغو اور غلط ہے، اس لئے کہ شریعت اسلامیہ نے اگر عورتوں کا حصہ کم کیا ہے تو ان کی ذمیداریاں بھی کم رکھی ہیں، مرد کا حصہ اگر زیادہ ہے تو اس کی ذمیداریاں بھی زیادہ ہیں۔ مثال کے طور پر ایک شخص کا انتقال ہوگیا اور ایک بیٹا اور ایک بیٹی رہ گئی اور تین ہزار روپیہ اس کا ترکہ ہے تو تقسیم میں دو ہزار بیٹے کو ملیں گے اور ایک ہزار بیٹی کو، اب اس بیٹی کی شادی ہوئی، دو ہزار روپیہ اس کو مہر میں ملے اور اس کے اوپر نہ اپنا خرچہ ہے اور نہ اولاد کا اور نہ دوسری چیزوں کا تو لڑکی کے پاس تین ہزار ہو گئے اور ذمیداریاں نہ ہونے کی وجہ سے محفوظ بھی ہیں جبکہ لڑکے کے اوپر ذمیداریاں ہونے کی وجہ سے محفوظ نہیں رہے اور خرچ ہو گئے۔ اور جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں ان کو ذرا فکر سے کام لینا چاہئے اور سوچنا چاہئے کہ اسلام اگر عورت کے ساتھ ناانصافی ہی کرتا تو اصحاب فرائض میں چار مرد اور آٹھ عورتوں کو جگہ نہ دیتا، اصحاب فرائض میں مردوں کی بنسبت ان کی تعداد دوگنا کر کے اسلام نے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام نے ہرگز کسی کے ساتھ ناانصافی کا مظاہرہ نہیں

کیابلکہ کائنات کے ہر فرد کے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ فرمایا ہے۔

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب راچہ گناہ

پوتیوں کے احوال: پوتیوں کی کل چھ حالتیں ہیں:

پوتیوں کی جو چھ حالتیں ہیں ان میں سے تین احوال وہی ہیں جو حقیقی بیٹیوں کے ہیں اور تین ان کے علاوہ ہیں۔

(۱) مرنے والے کی ایک پوتی ہوتو اس کو نصف ملے گا۔

(۲) مرنے والے کی ایک سے زائد پوتیاں ہوں اور حقیقی بیٹی بالکل نہ ہوتو ان کو ثلثان یعنی دو تہائی حصہ ملے گا۔

(۳) مرنے والے کی ایک یا ایک سے زائد پوتیاں ہوں اور ایک حقیقی بیٹی بھی موجود ہوتو پوتیوں کو سدس یعنی چھٹا حصہ ملے گا۔

ایک بیٹی کی موجودگی میں پوتی کو سدس کیوں ملتا ہے؟ یہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے فیصلے کی وجہ سے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ ایک شخص کا انتقال ہوگیا ہے، اس کے ورثا میں ایک بیٹی ہے، ایک پوتی ہے اور ایک بہن ہے، تو پوتی کا حصہ کتنا ہوگا؟ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ بیٹی کو بھی نصف ملے گا اور پوتی کو بھی نصف ملے گا، اس کے بعد آپ نے سائل سے فرمایا کہ آپ جائیں اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کے متعلق سوال کریں اور وہ جو جواب دیں وہ آکر مجھے بھی بتادیں۔ چناچہ سائل گیا اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی بتادیا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا" لقد ضللتُ اذنْ و ما أنا من المهتدين، أقضِي فيها بما قضَى النبيُ ﷺ، للاِ بُنةِ النصفُ، و لِاِ بنة ابنٍ السدسُ تكملةَ الثُّلثَينِ، و ما بقِيَ فلِلاُختِ۔" (صحیح بخاری: ٦٧٣٦)

اگر میں یہ فیصلہ کروں تو میں گمراہ ہو جاؤں گا، میں اس میں وہی فیصلہ کروں گا جو آقا ﷺ نے فرمایا ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا بیٹی کو نصف ملے گا اور پوتی کو سدس ملے گا تا کہ دو ثلث مکمل ہو جائے۔ چھٹا حصہ یہاں پوتی کو اس لئے ملتا ہے کہ شریعت نے بنات یا بنات الابن کا حصہ ثلثان مقرر کیا ہے، اس صورت میں جب بیٹی نصف لے لیتی ہے تو ثلثان میں سے ایک باقی بچتا ہے جو کہ سدس ہے تو یہ سدس لیتی ہے تا کہ حقیقی بیٹی کے ساتھ مل کر کل مال کے دو ثلث پورے ہو جائیں جو بیٹیوں یا پوتیوں کا سب سے زیادہ حصہ ہے۔

(۴) ایک سے زائد حقیقی بیٹیوں کی موجودگی میں پوتیاں ساقط ہوں گی، اس لئے کہ ثلثان سے زیادہ حصہ ہے نہیں اور ثلثان دو بیٹیوں نے لے لیا تو ذوی الفروض ہونے کی حیثیت سے دینے لئے کچھ نہیں بچا۔

(۵) پوتیوں کے ساتھ اگر ایک سے زائد حقیقی بیٹیاں بھی موجود ہوں تو پوتیاں محروم ہوں گی لیکن اس صورت میں پوتیوں کے ساتھ اگر محاذات (برابر) کے درجے میں یا ان کے اسفل (نیچے) کے درجے میں کوئی مذکر یعنی ابن آجائے تو وہ ان پوتیوں کو عصبہ بنالے گا اور ان کے درمیان ''للذکر مثل حظ الانثیین'' کے ضابطہ کے مطابق ترکہ تقسیم ہوگا، اس لئے کہ جس طرح بنت، ابن کی وجہ سے عصبہ بنتی ہے اسی طرح بنت الابن (پوتی) ابن الابن (پوتا) کے ساتھ عصبہ بنتی ہے۔

9=3x3

میت

2 بیٹیاں	پوتی	پوتا
ثلثان	عصبہ	
2	1	
6	1	(3) 2

(۶) پوتیاں محروم ہوں گی جبکہ میت کا بیٹا موجود ہو۔

نمبر شمار	صورتیں	حصص	قرآنی آیات/ احادیث/ اجماع
۱	حقیقی پوتی جب کہ ایک ہو	نصف	وَإِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ (القرآن)
۲	دو یا دو سے زیادہ ہوں اور بنات صلبیہ بالکل نہ ہوں	ثلثان	وإن كنّ نساءً فوق اثنتين فلهنّ ثُلُثا ما ترك (القرآن)
۳	ایک بنت صلبیہ بھی ساتھ میں ہو	سدس	قضى النبيُّ ﷺ للابنةِ النصفُ و لِابنةِ الابنِ السدُسُ تكملةً للثلثين. (الحدیث)
۴	ایک سے زیادہ بنات صلبیہ ہوں	محروم	إذا الصُلبيتانِ أخَذَتا الثلثين وهو كمالُ حقِ البناتِ فلم يَبقَ لِبناتِ الابنِ شيءٌ
۵	چوتھی صورت میں جبکہ بنات الابن کے محاذات یا اسفل میں کوئی مذکر معصّب بھی ہو	عصبہ	يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ (القرآن)
۶	میت کا ابن موجود ہو	محروم	ألأقرَب فالأقرب

سگی بہنوں کے احوال: سگی بہنوں کی پانچ حالتیں ہیں:

(۱) کل مال کا نصف ملے گا اگر ایک ہو۔

(۲) ثلثان ملے گا اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں۔

(۳) عصبہ بالغیر ہوں گی جبکہ ان کے ساتھ ان کا حقیقی بھائی بھی موجود ہو، اور تقسیم للذکر مثل حظ الانثیین کے ضابطے کے مطابق ہوگی۔

(۴) حقیقی بہنوں کے ساتھ مرنے والے کی فروع مؤنث یعنی بیٹی یا پوتی وغیرہ موجود ہو تو حقیقی بہن عصبہ ہوگی۔

(۵) مرنے والے کے اصول یعنی باپ دادا وغیرہ یا فروع مذکر یعنی بیٹا پوتا وغیرہ موجود ہو تو حقیقی بہن محروم ہوگی۔

نمبر شمار	صورتیں	حصص	قرآنی آیات/ احادیث/ اجماع
۱	حقیقی بہن جب کہ ایک ہو	نصف	يَسْتَفْتُونَكَ ۚ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلَالَةِ ۚ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ (القرآن)
۲	دو یا دو سے زیادہ ہوں	ثلثان	فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ (القرآن)
۳	حقیقی بہن کے ساتھ حقیقی بھائی بھی موجود ہو	عصبہ	وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ (القرآن)
۴	فروع مؤنث میں سے کوئی موجود ہو	عصبہ	اِجْعَلوا الأَخَوَاتِ مع البناتِ عصبةً (الحدیث)
۵	اصول یا فروع مذکر میں سے کوئی موجود ہو	سقوط	لِأَنَّ مِيرَاثَهَا مشروطٌ بِالرَّجُلِ الكلالةِ

(علاتی) باپ شریک بہنوں کے احوال: باپ شریک بہنوں کی سات حالتیں ہیں:

(۱) کل مال کا نصف ملے گا اگر ایک ہو۔

(۲) ثلثان ملے گا اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں۔

(۳) سدس ملے گا جبکہ ان کے ساتھ ایک حقیقی بہن بھی موجود ہو، ثلثان کی تکمیل کے لئے۔

(۴) ساقط ہوگی جبکہ دو یا دو سے زیادہ حقیقی بہنیں ہوں، اس لئے کہ ثلثان بہنوں کا سب سے بڑا حصہ ہے اور وہ حقیقی بہنوں نے لے لیا تو اس کے لئے کچھ نہیں بچا۔

(۵) حقیقی بہنوں کی موجودگی میں اگر علاتی بہنوں کے ساتھ علاتی بھائی بھی موجود ہو تو وہ ان کو عصبہ بنالے گا، اور ان کے درمیان "للذکر مثل حظ الأنثیین" کے ضابطہ کے مطابق ترکہ تقسیم ہوگا۔

9=3X3

میت

2 حقیقی بہنیں	1 علاتی بہن	1 علاتی بھائی
ثلثان	عصبہ	
2	1	
6	(3) 1	2

اس بھائی کو " أخ مبارك" کہتے ہیں لِأنها ترِثُ ببرکتِه لولاہ لم ترِث" اس لئے کہ یہ اس بھائی کی برکت سے وارث ہو رہی ہے اگر یہ بھائی نہ ہوتا تو وارث نہ ہوتی۔

(۶) اگر علاتی بہنوں کے ساتھ فروع مؤنث بیٹی پوتی وغیرہ موجود ہو تو علاتی بہن عصبہ ہوگی۔

(۷) میت کے اصول باپ دادا وغیرہ یا فروع مذکر بیٹا پوتا وغیرہ یا حقیقی بھائی یا حقیقی بہن جبکہ فروع مؤنث کی وجہ سے عصبہ بن رہی ہو تو ان چاروں صورتوں میں علاتی بہنیں محروم ہوں گی۔

نمبر شمار	صورتیں	حصص	قرآنی آیات/ احادیث/ اجماع
۱	علاتی بہن ایک ہو	نصف	وَلَهٗ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ (القرآن)
۲	دو یا دو سے زیادہ ہوں	ثلثان	فَإِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثَانِ مِمَّا تَرَكَ (القرآن)
۳	ایک حقیقی بہن ہو	سدس	تكملةً للثلثين
۴	دو یا دو سے زیادہ حقیقی بہنیں ہوں	محروم	لِأن فرضَ البناتِ والأخواتِ لا يُزادُ على الثلثين. فالأختان أو الأخوات لأب و أم لمّا أخذتِ الثلثين لم يبقَ لِغيرِهما من الأخواتِ شئٌ من الفرضِ. (حاشیہ سراجی)
۵	علاتی بھائی بھی موجود ہو	عصبہ	لِأنَّ ميراثَ الإخوة والأخوات لأب و أم أجرى مجرى ميراث الأولادِ الصلبيةِ و ميراثَ الإخوة والأخوات لأب أجرى مجرى ميراث أولاد الابن ذكورُهم كذكورِهم وإناثُهم كإناثِهم (حاشیہ سراجی)
۶	فروع مؤنث میں سے کوئی ہو	//	اِجعلوا الأخوات مع البنات عصبةً (الحدیث)
۷	اصول، فروع مذکر، حقیقی بھائی یا حقیقی بہن جبکہ بیٹی کی وجہ سے عصبہ بن کر آئے	سقوط	وَهُوَ يَرِثُهَا إِن لَّمْ يَكُن لَّهَا وَلَدٌ (القرآن) إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيسَ لَهٗ وَلَدٌ وَلَهَا أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ (القرآن) لأنهم كلةٌ وتُوريثُ الكللةِ مشروطٌ بفقدِ الولدِ والوالدِ. (حاشیہ سراجی)

ماں کے احوال: ماں کی تین حالتیں ہیں:

(۱) سدس ملے گا جبکہ میت کی کسی بھی قسم کی مذکر یا مؤنث، بواسطہ یا بلا واسطہ، ایک یا ایک سے زائد اولاد ہو یا کسی بھی قسم کے ایک سے زائد بہن یا بھائی موجود ہوں۔

(۲) میت کی کسی قسم کی اولاد موجود نہ ہو اور کسی بھی قسم کے بھائی بہن بالکل نہ ہو یا اگر ہو تو ایک ہی ہو تو ماں کو ثلث الکل یعنی کل ترکہ کا ثلث ملے گا۔

(۳) ماں کو ثلث مابقی ملے گا جبکہ ماں، باپ اور احد الزوجین (شوہر یا بیوی) کے ساتھ آئے۔ اور اس کا مطلب یہ ہے کہ زوجین میں سے جو بھی ہو سب سے پہلے اس کا حصہ نکالا جائے گا اس کے بعد باقی ماندہ ترکہ کا ثلث ماں کو دیا جائے گا۔

اس کی صرف دو ہی صورتیں ہیں: ایک یہ کہ مرنے والی عورت کے ماں باپ اور شوہر موجود ہو۔ دوسری صورت یہ کہ مرنے والے شوہر کے ماں باپ اور بیوی موجود ہو۔ انھیں دو صورتوں میں ماں کو "ثلث مابقی" ملے گا۔

ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ ماں کا حصہ باپ سے بڑھ نہ جائے، مذکورہ دو مثالوں میں اگر ماں کو کل مال کا ثلث دے دیا جائے تو ماں کا حصہ باپ کے حصے سے بڑھ جائے گا۔ اور یہ قرآنی اصول "فإن لم یکن له ولد و ورثه ابواه فلامه الثلث" کے خلاف ہے۔

نمبر شمار	صورتیں	حصص	قرآنی آیات/ احادیث/ اجماع
۱	میت کی کسی بھی قسم کی اولاد یا کسی بھی قسم کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں	سدس	وَلِأَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ إِن كَانَ لَهُ وَلَدٌ (القرآن) فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ (القرآن)
۲	پہلی صورت میں سے کوئی نہ ہو	ثلث کل	فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ (القرآن)
۳	میت کی ماں، باپ اور احد الزوجین کے ساتھ آئے	ثلث مابقی	فَإِن لَّمْ يَكُن لَّهُ وَلَدٌ وَوَرِثَهُ أَبَوَاهُ فَلِأُمِّهِ الثُّلُثُ (القرآن)

(جدۂ صحیحہ) دادی نانی کے احوال: جدۂ صحیحہ کی دو حالتیں ہیں:

ان کے احوال سمجھنے سے پہلے اس بات کا سمجھنا لازمی ہے کہ جد کی بھی دو قسمیں ہیں اور جدہ کی بھی دو قسمیں ہیں؛ ایک جد صحیح اور ایک جد فاسد، جد صحیح ذوی الفروض میں سے ہے اور جد فاسد ذوی لارحام میں سے ہے، اسی طرح جدۂ صحیحہ ذوی الفروض میں سے ہے اور جدۂ فاسدہ ذوی الارحام میں سے ہے۔

جد صحیح کو اگر سمجھ لیا جائے تو تو فاسد سمجھ میں آجائے گا۔ جد صحیح "هو الذی لاتدخُلُ فی نسبتہٖ الی المیت أمٌّ" مردے کی طرف نسبت کرنے میں ماں کا واسطہ نہ آتا ہو۔ جیسے: باپ کا باپ، دادا کا باپ، پردادا کا باپ وغیرہ۔ اس کے مقابلے میں جد فاسد ہے، جد فاسد وہ ہے کہ مردے کی طرف نسبت کرنے میں ماں کا واسطہ آتا ہو جیسے: ماں کا باپ (نانا)۔

جد صحیح اور جد فاسد سمجھنے کے بعد اب جدۂ صحیحہ کا سمجھنا آسان ہوگیا؛ جدۂ صحیحہ وہ ہوتی ہے کہ مردے کی طرف نسبت کرنے میں جد فاسد کا واسطہ نہ آتا ہو جیسے ماں کی ماں (نانی) اور باپ کی ماں (دادی)۔ تعریف سے پتہ چلا کہ دادی اور نانی دونوں جدۂ صحیحہ ہیں۔ اس اعتبار سے ذوی الفروض کی تعداد ۱۳/ بنتی ہے۔ (رفیق سراجی: ص ۷۳)

جدۂ فاسدہ وہ ہے کہ مردے کی طرف نسبت کرنے میں جد فاسد کا واسطہ آتا ہو؛ جیسے: نانا کی ماں۔ اس تمہید کے بعد اب احوال کے متعلق جانتے ہیں، تو جدۂ صحیحہ کی دو حالتیں ہیں:

(۱) جدۂ صحیحہ خواہ ابویہ ہو یا امویہ اگر ایک ہو تو سدس ملے گا، اسی طرح اگر ایک سے زائد ہوں تب بھی انھیں مشترکہ طور پر سدس ملے گا، بشرطیکہ وہ سب درجہ کے اعتبار سے برابر ہوں ورنہ قربیٰ، بعدیٰ کو محروم کردے گی۔

	6
میت	
ام الأم	سدس 1
ام الأب	
ابن	عصبہ 5

(۲) جدۂ صحیحہ ابویہ ہو یا امویہ ساقط ہوگی ماں کی موجودگی میں، اور اسی طرح ابویہ یعنی دادی جس طرح سے ماں سے ساقط ہوتی ہے اسی طرح باپ سے بھی ساقط ہوتی ہے۔ ماں موجود ہو تو نہ نانی کو کچھ ملے گا نہ دادی کو کچھ ملے گا اور اگر باپ موجود ہے تو دادی کو کچھ نہیں ملے گا البتہ نانی کو مل سکتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک سے زائد جدہ موجود ہوں اور ان میں قریب اور بعید کی جدہ کا فرق ہو تو قریب والی جدہ جس کے واسطے کم ہوں اس کو ملے گا اور دور کی جدہ جس کے واسطے زیادہ ہوں وہ محروم ہو جائے گی۔

نمبر شمار	صورتیں	حصص	قرآنی آیات/احادیث/اجماع
۱	جدۂ صحیحہ ابویہ ہو یا امویہ، ایک ہو یا زیادہ بشرطیکہ درجہ میں برابر ہوں	سدس	إن النبی ﷺ جعَلَ للجدةِ السدسَ اذا لم یکن دونها أمٌ (سنن ابوداؤد: ۲۸۹۵)
۲	ابویہ کے ساتھ باپ یا دادا آجائے، مطلقا ماں آجائے یا کسی بھی جہت سے قربیٰ آجائے	سقوط	أما الأمویات: فلوجود إدلائها بالأم واتحاد السبب الذی هو الأمومة أما الأبویات: فلاتحاد السبب وحده. ولا تسقط التی من قِبَل الأم بالأب بل ترث مع الأب لإنعدام الإدلاء و اتحاد السبب جمیعا.

جدہ کے مسائل

جدہ کی پہلی حالت یہ بیان کی گئی کہ جدہ اگر ایک ہو تو سدس لے گی دادی ہو یا نانی لیکن اگر متعدد ہوں تو سب سدس میں شریک ہوں گی لیکن شرط یہ ہے کہ درجے میں برابر ہوں کوئی قریب اور کوئی بعید نہ ہو۔ قریب و بعید کے اعتبار سے جدۂ صحیحہ کے کچھ مسائل بطور تمثیل پیش ہیں۔

پہلا مسئلہ: "ألقربیٰ تحجُب البعدیٰ" قریب کی جدہ دور کی جدہ کو محجوب بنا دے گی، قریب کی جدہ خود وارث ہو رہی ہو یا نہ ہو رہی ہو۔ قربیٰ کے وارث ہوتے ہوئے

بعدی کو محجوب بنانے کی مثال؛

6

میت

ام الأب (دادی)	ابن	ألامّ	(پرنانی)
سدس	عصبـــہ	أمِ	
1	5	أمُّ	
		محروم	

نوٹ: عربی میں رشتے نیچے سے پڑھے جاتے ہیں۔

وارث نہ ہوتے ہوئے بعدیٰ کو محجوب کر دینے کی مثال:

2

میت

زوج	أب	أم الاب	ألام
نصف	عصبہ	x	أم
1	1		أم
			x

اس مثال میں قربیٰ باپ کی وجہ سے محجوب ہے لیکن خود محجوب ہونے کے باوجود پرنانی کو محجوب کر رہی ہے۔

(دوسرا مسئلہ) ایک جدہ ایسی ہے جو ایک قرابت والی ہے اور دوسری جدہ دو قرابتوں والی ہے اور درجے میں برابر ہیں تو کیا جو دو قرابتوں والی ہے اس کو سدس کے دو حصے ملیں گے اور جو ایک قرابت والی ہے اس کو ایک حصہ ملے گا یا دونوں کو برابر ملے گا؟ اس کا جواب جاننے سے پہلے یہ جان لیا جائے کہ جدہ دو قرابتوں والی کیسے ہوتی ہے

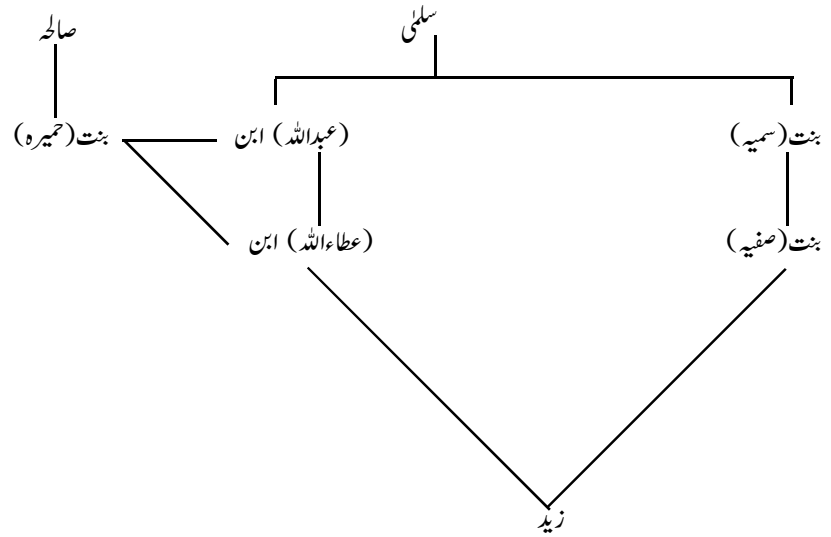

ملاحظہ فرمائیں کہ مذکورہ خاکے میں دو عورتیں ہیں، ایک سلمیٰ ہے اور ایک صالحہ۔ سلمیٰ کی ایک بیٹی سمیہ اور ایک بیٹا عبداللہ ہے، پھر سلمیٰ کی بیٹی سمیہ سے ایک بیٹی صفیہ پیدا ہوئی جو کہ سلمیٰ کی نواسی ہوئی۔ پھر سلمیٰ نے اپنے بیٹے عبداللہ کی شادی صالحہ کی بیٹی حمیرہ سے کرائی جس سے ایک بیٹا عطاءاللہ پیدا ہوا جو کہ سلمیٰ کا پوتا ہوا، پھر سلمیٰ نے اپنی نواسی صفیہ کی شادی اپنے پوتے عطاءاللہ سے کرائی تو ان دونوں سے زید پیدا ہوا۔ تو اب یہی سلمیٰ زید کی پرنانی ہے اور دوسری طرف سے یہی سلمیٰ زید کی پردادی ہے، لہذا سلمیٰ دو قرابتوں والی ہوئی جبکہ صالحہ فقط پرنانی ہے اور ایک قرابت والی ہے۔ اب زید کا انتقال ہوگیا، سلمیٰ اور صالحہ رہ گئیں تو چھٹا حصہ ان دونوں کا متعین ہے۔

6

میت

سلمیٰ/صالحہ	چچا
سدس	عصبہ
1	5

اب یہ چھٹا حصہ کیسے بٹے گا، انصافاً دو حصے بنا کر آدھا آدھا یا اثلاثاً تین حصے بنا کر ذات قرابتین کو دو اور ذات قرابت کو ایک دیا جائے گا؟

تو اس بارے میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سدس اَنصافا تقسیم ہوگا ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اثلاثا تقسیم ہوگا جہت وقرابت کا عتبار کرتے ہوئے۔

اس مسئلے میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ ہے۔

عصبات کا بیان

'عصبات' یہ 'عصبة' کی جمع مؤنث سالم ہے،لغت میں اس کا معنیٰ ''کسی چیز کا احاطہ کرنے'' کے آتے ہیں، چونکہ عصبات بھی میت کو چاروں جانب سے گھیرے ہوتے ہیں، چنانچہ نیچے کی جانب سے بیٹا پوتا وغیرہ۔اوپر کی جانب سے باپ دادا وغیرہ اور اطراف و جوانب میں بھائی اور چچا وغیرہ،گویا میت ان سب کے درمیان گھری ہوتی ہے،اس لئے ان کو عصبات کہا جاتا ہے۔

اصطلاح فرائض میں عصبہ کہتے ہیں" كلُّ مَن ليس له سهمٌ مقدرٌ وَ يأْخُذ ما بقِي من سهامِ ذوى الفروض و اذا نُفَرِدَ أخذ جَميعَ المال" ہر وہ رشتہ دار جس کا شریعت میں کوئی مقررہ حصہ نہ ہو اور ذوی الفروض کے ساتھ آنے کی صورت میں ذوی الفروض کا باقی ماندہ مال حاصل کرے اور تنہا ہونے کی صورت میں جمیع مال کا مستحق ہو (عالمگیری:۶/۴۵۱)

عصبہ کے وارث ہونے کی دلیل

عصبہ کے وارث ہونے کی دلیل قرآن کریم میں بھی ہے اور سنت میں بھی ہے۔قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے "ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترك ان كان له ولد" مردے کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لئے چھٹا حصہ ہے اگر مردے کی اولاد ہو۔دیکھئے ماں باپ کا حصہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا لیکن اولاد کا حصہ ذکر نہیں فرمایا،اس لئے کہ یہ عصبہ ہے۔اسی طرح "فإن لم يكن له ولد وورثه ابواه فلامه الثلث" اگر اولاد نہ ہوں اور ماں باپ وارث ہوتے ہوں تو ماں کے لئے ثلث ہے،دیکھئے یہاں پر اللہ تعالیٰ نے ماں کے حصے کو ذکر فرمایا لیکن باپ کے حصے کا تذکرہ نہیں فرمایا اس لئے کہ باپ یہاں پر عصبہ ہے۔

حدیث پاک میں ہے "ألحقوا الفرائضَ بأهلها فما بقِيَ فهو لأولىٰ رجل ذكر" اہل فروض کو پہلے ان کا حصہ دے دو پھر جو مال بچے وہ سب سے قریب ترین مرد کے لئے ہے۔(صحیح مسلم:کتاب الفرائض:۱۶۱۵)

عصبہ کے اقسام

ابتداءً عصبہ کی دو قسمیں ہیں؛ (۱) عصبۂ نسبی (۲) عصبۂ سببی

عصبۂ سببی سے کوئی تعارض نہیں کرنا ہے اس لئے کہ اس کا تعلق غلاموں سے ہے اور آج کل غلام موجود نہیں ہیں۔

عصبۂ نسبی ان رشتہ داروں کو کہتے ہیں جن کا میت سے ولادت کا تعلق ہو۔ (طرازی: ۱۰۴)

پھر عصبۂ نسبی کی تین قسمیں ہیں: (۱) عصبہ بنفسہ (۲) عصبہ بغیرہ (۳) عصبہ مع غیرہ

عصبہ بنفسہ: "هو كل ذَكَرٍ لا تدخُل في نسبته الى الميت أُنثى" ہر وہ مذکر جس کی میت کی طرف نسبت کرتے ہوئے مؤنث کا واسطہ نہ آئے؛ جیسے: بیٹا اور والد وغیرہ۔ (سراجی: ۳۴)

عصبہ بنفسہ بھی چار طرح کے ہوتے ہیں:

(۱) جزءِ میت (بنوت)؛ بیٹا، پوتا پر پوتا وغیرہ نیچے تک۔

(۲) اصل میت (ابوت)؛ والد، دادا، پردادا او پر تک۔

(۳) جزءِ اَب میت (اخوت)؛ حقیقی بھائی، علاتی بھائی، حقیقی اور علاتی بھائی کے بیٹے وغیرہ

(۴) جزءِ جد میت (عمومت)؛ چچا، چچا کے بیٹے وغیرہ نیچے تک۔

ان میں ترتیب یہ ہے کہ سب سے پہلے بنوت ہے یعنی جب بیٹا ہوگا تو باپ، دادا، حقیقی اور علاتی بھائی، چچا وغیرہ عصبہ نہیں ہو سکتے، ہاں باپ، دادا وغیرہ کو ان کا مقررہ حصہ ملے گا، بیٹے کی وجہ سے وہ ساقط نہیں ہوں گے۔ پھر ابوت مقدم ہے اخوت پر یعنی باپ دادا کی موجودگی میں بھائی عصبہ نہیں ہو سکتے۔ پھر اخوت مقدم ہے عمومت پر یعنی بھائی کی موجودگی میں چچا وغیرہ عصبہ نہیں بن سکتے۔

عصبہ بنفسہ کے متعلق دو قاعدے یاد رکھیں، ایک "الأقرب فالأقرب" کا یعنی جو قرابت کے اعتبار سے زیادہ قریب ہے، اس کی موجودگی میں اَبعد کو نہ ملے گا چنانچہ بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو نہیں ملے گا، باپ کی موجودگی میں دادا کو نہیں ملے گا بھائی کی موجودگی میں بھتیجے کو نہیں ملے گا، چچا کی موجودگی میں چچازاد کو نہیں ملے گا۔

اور دوسرا "تقدیم بقوۃ القرابۃ" کا یعنی اگر کئی لوگ درجۂ قرابت میں برابر ہیں لیکن ایک کی قرابت دوسرے سے قوی ہے مثلاً وہ حقیقی ہے، ماں باپ دونوں سے ہے تو وہ مقدم ہے ان پر جو صرف باپ سے ہیں یا صرف ماں سے ہیں

عصبۂ نسبی کی دوسری قسم ہے عصبہ بغیرہ: "ھی کل انثیٰ تصیر عصبۃً بذکرٍ یوازیھا" ہر وہ مؤنث جو اپنے بھائی کے ساتھ آجانے کی وجہ سے عصبہ بن جائے۔ ایسی عورتیں جو اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ بنتی ہیں وہ چار ہیں، اور یہ وہی ہیں جن کا ذوی الفروض کے احوال میں تذکرہ گزر چکا یعنی بیٹی، پوتی، حقیقی بہن اور علاتی بہن۔ یعنی عصبہ بالغیر بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ عورت ذی فرض ہو اور اگر وہ ذی فرض نہیں ہے تو وہ اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ بالغیر نہیں بن سکتی جیسے پھوپھی، چچا کے ساتھ عصبہ نہیں ہوسکتی بلکہ سارا مال چچا کا ہوگا کیونکہ پھوپھی ذی فرض نہیں ہے نیز عصبہ بغیرہ بننے کے لئے شرط یہ ہے کہ کہ اتحاد درجہ اور اتحاد قوت ہو، یعنی وہ بہن، بھائی کی وجہ سے عصبہ بنتی ہے جو اس کے درجہ میں ہو لیکن اگر درجے میں اتحاد نہ ہو؛ جیسے بیٹا ہے اور پوتی ہے تو پوتی، بیٹے کی وجہ سے عصبہ نہیں بنے گی بلکہ ساقط ہوگی، اسی طرح اگر حقیقی بھائی اور علاتی بہن موجود ہیں تو علاتی بہن عصبہ نہیں ہوگی بلکہ محروم ہوگی۔ (عالمگیری ۶:۴۵۱)

عصبۂ نسبی کی تیسری قسم عصبہ مع غیرہ ہے؛ "ھی کل انثیٰ تصیر عصبۃً مع انثیٰ اخریٰ" ہر وہ مؤنث جو کسی دوسری مؤنث کے ساتھ آنے کی وجہ سے عصبہ بن جائے؛ جیسے: حقیقی اور علاتی بہن جبکہ یہ دونوں بیٹی یا پوتی کے ساتھ آجائیں تو عصبہ بن جاتی ہیں۔ (عالمگیری ۶:۴۵۱)

عصبہ کی دوسری قسم؛ عصبۂ سببی: عصبۂ سببیہ انہیں کہتے ہیں جن کا میت سے آزادی کا تعلق ہو۔ (طرازی: ۱۰۴) آج کل یہ صورت مفقود ہے۔

حَجَب کا بیان

حجب کا معنیٰ

حجب کا لغوی معنی ہے ''روکنا اور منع کرنا''۔ پردے کو حجاب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نگاہوں کو روکتا ہے، دربان و چوکیدار کو حاجب اس لئے کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اندر داخل ہونے سے روکتا ہے۔

حجب کی اقسام

حجب کی دو قسمیں ہیں۔(۱) حجب نقصان (۲) حجب حرمان

اگر کل مال سے محروم ہو جائے تو اسے حجب حرمان کہتے ہیں۔اور اگر بعض سے ہو تو حجب نقصان کہتے ہیں۔

حاجب و محجوب: جس کی وجہ سے حصہ کم ہوتا ہے یا بالکل نہیں ملتا ہے، اسے حاجب کہتے ہیں۔اور جس کا حصہ کم یا ختم ہوتا ہے اسے محجوب کہتے ہیں۔

پھر حجب دو طریقے سے ہوتا ہے:(۱) حجب بالشخص (۲) حجب بالوصف۔

حجب بالشخص کا مطلب ہوتا ہے کسی شخص کی وجہ سے کسی کا حصہ کم ہو جائے یا بالکل بھی نہ ملے۔اور حجب بالوصف کا مطلب ہوتا ہے کہ ورثا میں سے کسی کے اندر موانع ارث میں سے کوئی مانع پایا جائے اور وارث اس سے متصف ہونے کی وجہ سے محجوب ہو جائے؛ جیسے: کسی کا غلام، قاتل یا کافر ہونا۔

پھر حجب بالشخص کی دو قسمیں ہوتی ہیں؛(۱) حجب نقصان (۲) حجب حرمان

حجب نقصان کے اسباب

حجب نقصان کے دو سبب ہوتے ہیں؛(۱) انتقال (۲) ازدحام

انتقال کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص اپنے زیادہ حصے سے کم حصے کی طرف منتقل ہو جائے اور ازدحام کا معنی یہ ہے کہ ورثا کی کثرت کی وجہ سے کسی کا حصہ کم ہو جائے۔

پھر جس کا سبب انتقال ہے اس کی چار قسمیں ہیں

پہلی قسم: 'أن ینتقلَ من فرضٍ الیٰ فرض اقلَّ منه' کہ وہ اپنے زیادہ حصے سے کم حصے کی طرف منتقل ہو جائے، دونوں صورتوں میں ذی فرض ہے لیکن زیادہ حصے سے کم حصے کی طرف منتقل ہو جائے۔ یہ صورت پانچ قسم کے ورثا کو پیش آتی ہے۔ زوج۔ زوجہ۔ماں۔ پوتی۔علاتی بہن۔

دوسری قسم: 'أن ینتقلَ من تعصیبٍ الیٰ فرض اقل منه' کہ وہ منتقل ہو جائے عصوبت سے ایسے فرض حصے کی طرف جو عصوبت سے کم ہو؛ جیسے باپ اور دادا، بیٹے کی موجودگی میں۔

تیسری قسم: دوسری قسم کے بالکل برعکس ہے وہ یہ کہ 'أن ینتقلَ من فرض الیٰ تعصیب اقل منه' کہ وہ منتقل ہو جائے اپنے مقررہ حصے سے عصوبت کی طرف جس میں اس کا حصہ کم ہو۔ یہ صورت چار عورتوں کو پیش آتی ہے اور یہ وہی چار عورتیں ہیں کہ جب اکیلی ہوتی ہیں تو ان کا حصہ نصف ہوتا ہے اور جب دو یا دو سے زیادہ ہوتی ہیں تو ان کا حصہ ثلثان ہوتا ہے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ ہوتی ہیں یعنی بیٹی، پوتی، حقیقی بہن اور علاتی بہن۔

چوتھی قسم: 'أن ینتقلَ من تعصیب الیٰ تعصیب اقل منه' کہ وہ منتقل ہو جائے عصبہ سے ایسے عصبہ کی طرف کہ جس صورت میں اس کا حصہ کم ہو۔ یہ صورت حقیقی اور علاتی بہن کو پیش آتی ہے جب بیٹی یا پوتی موجود ہو۔

حجب نقصان کا دوسرا سبب ہے ازدحام: یہ کبھی ذی فرض ہونے میں، کبھی عصبہ ہونے میں اور کبھی عول ہونے میں ہوتا ہے۔ ذی فرض ہونے میں یہ سات افراد کو پیش آتا ہے؛ جیسے: جدہ ایک ہو تو اس کو چھٹا حصہ اکیلے ملتا ہے اور اگر دو یا دو سے زیادہ ہوں تو سب اسی چھٹے حصے میں شریک ہوتی ہیں۔ دیکھئے کثرت ورثا کی بنیاد پر ہر ایک کا حصہ کم ہو گیا۔

اسی طرح بیویاں، بیٹیاں، بہنیں، علاتی بہنیں، اخیافی بھائی، اور اخیافی بہن ہے۔ اسی طرح حجب نقصان از دحام کے سبب ہر مرد عصبہ میں ہوتا ہے؛ جیسے: بیٹے، بھائی اور چچاوغیرہ۔ اور یونہی حجب نقصان از دحام کی وجہ سے عول میں بھی ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر شوہر رہ جائے اور دو بہنیں رہ جائیں، تو اصول کے مطابق شوہر کا نصف ہے اور بہنوں کا ثلثان ہے، لہذا مسئلہ چھ سے بنے گا۔ شوہر کو نصف تین ملا اور بہنوں کو ثلثان چار ملا، اب کل حصے سات بن گئے اور مسئلہ عول ہوگیا سات کی طرف۔ اب آپ غور فرمائیں کہ شوہر کو پہلے چھ سے مل رہا تھا تین اور اب سات سے مل رہا ہے تین، دیکھو حصہ کم ہوگیا۔ اسی طرح بہنوں کو پہلے چھ سے مل رہے تھے چار اور اب سات سے مل رہے ہیں چار، حصہ کم ہوگیا۔

حجب بالشخص کی دوسری قسم ہے حجب حرمان: اس کے دو قاعدے ہیں

پہلا قاعدہ: یہ ہے کہ ہر وہ آدمی جو مردے کی طرف منسوب ہے کسی شخص کے واسطے سے تو اس شخص کی موجودگی میں اِس کو کچھ نہیں ملے گا؛ جیسے: پوتا کہ یہ مردے کی طرف منسوب ہے بیٹے کے واسطے سے لہذا بیٹے کی موجودگی میں پوتے کو کچھ نہیں ملے گا۔ لیکن اس سے اخیافی بھائی بہن مستثنیٰ ہیں۔ اخیافی بھائی بہن اگر چہ ماں کے واسطے سے منسوب ہوتے ہیں لیکن وہ وارث ہوں گے اس لئے کہ ماں عصبہ نہیں ہوتی اور اس کے لئے عصبہ ہونا شرط ہے۔

دوسرا قاعدہ: ہے 'الأقرب فالأقرب' کا یعنی اقرب ابعد کو محجوب کرے گا؛ جیسے: بیٹا اور بھتیجا، کیونکہ بیٹے کی موجودگی میں بھتیجے کو کچھ نہیں ملے گا۔

محجوب اور محروم کی تعریف اور ان کے درمیان فرق

محروم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے اندر میراث کی اہلیت ہی نہ ہو موانع ارث میں سے کسی مانع کے پائے جانے کی وجہ سے؛ جیسے: قاتل، غلام یا کافر ہو۔

محجوب اس کو کہتے ہیں کہ جس کے اندر میراث کی اہلیت تو موجود ہے لیکن کسی اقرب کی وجہ سے نہیں پا رہا ہے۔

دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے محروم "معدوم فی نفسه و معدوم فی حق غیره" کو کہتے ہیں یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے بھی وہ کالعدم شمار کیا جاتا ہے، اس کو حصہ نہیں ملتا اور اس کی وجہ سے دوسرے کے حصے پر کوئی اثر بھی نہیں پڑتا۔

اور محجوب کہتے ہیں "معدوم فی نفسه و موجود فی حق غیره" یعنی اپنی ذات کے اعتبار سے یہ کالعدم ہوتا ہے، اس کو حصہ نہیں ملتا، البتہ اس کی موجودگی کا اثر دوسرے کے حصے پر ضرور پڑتا ہے؛ جیسے:

6

میت

ماں	باپ	2 حقیقی بھائی
سدس	عصبہ	x
1	5	

مذکورہ مثال میں باپ کی وجہ سے اگرچہ دونوں بھائی محجوب ہیں لیکن ماں کا حصہ ثلث سے سدس کر دیا۔

اجمالی خاکہ

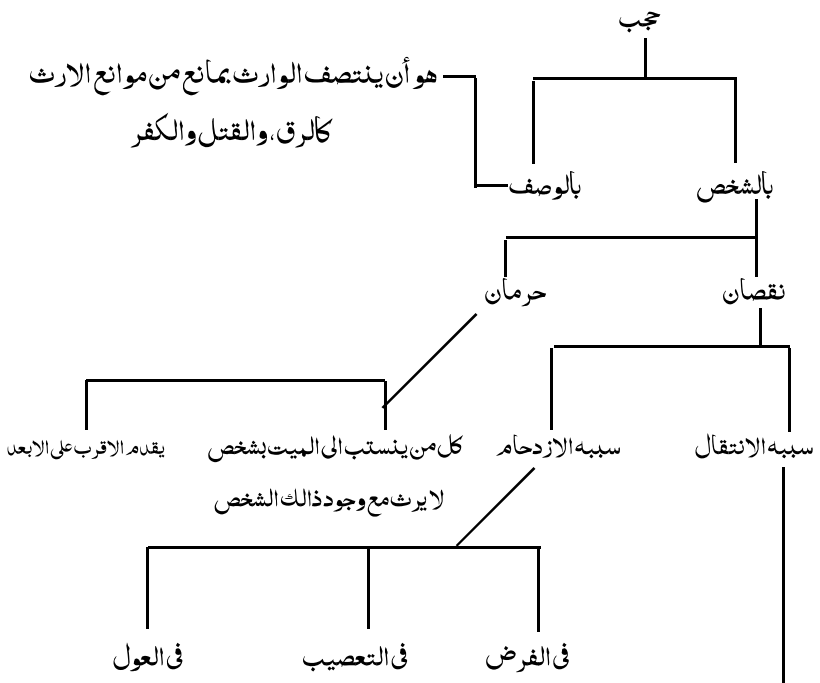

1	من فرض الیٰ فرض أقل منہ
2	من تعصیب الیٰ فرض اقل منہ
3	من فرض الیٰ تعصیب اقل منہ
4	من تعصیب الیٰ تعصیب اقل منہ

مخارج الفروض کے قاعدے

کتاب اللہ میں مذکور فروض کی دو قسمیں ہیں ۔(۱) نصف، ربع، ثمن (۲) ثلثان ثلث اور سدس

پہلا قاعدہ: اگر مسئلہ میں ایک فرض ہو تو مسئلہ اس فرض کے مخرج سے بنایا جائے گا، یعنی فرض اگر صرف نصف ہے تو مسئلہ دو سے بنایا جائے گا، صرف ربع ہے تو مسئلہ چار سے بنایا جائے گا، صرف ثمن ہے تو مسئلہ آٹھ سے بنایا جائے گا اسی طرح اگر صرف ثلث یا صرف ثلثان ہے تو مسئلہ تین سے بنایا جائے گا اور صرف سدس ہے تو مسئلہ چھ سے بنایا جائے گا۔

دوسرا قاعدہ: اگر مسئلہ میں ایک سے زائد فرض ہوں تو پھر مسئلہ بنانے کے لئے فروض کے مخارج کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی ، پھر جو نسبت ہوگی اس نسبت کے قاعدے کے مطابق مسئلہ بنایا جائے گا۔

پہلی نسبت مخارج کے درمیان ہے، اس نسبت کا مقصد یہ ہے کہ ہم صحیح مسئلہ بنائیں اور صحیح تقسیم کرلیں ۔مخارج کے درمیان چار نسبتیں پائی جاتی ہیں: (۱) تماثل (۲) تداخل (۳) توافق (۴) تباین ۔ پہلے نسبتیں بطور دلیل حصر عرض ہیں؛ جب ہم ایک عدد کی نسبت دوسرے عدد کی طرف کریں گے تو وہ دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو دونوں عدد برابر ہوں گے یا برابر نہیں ہوں گے، اگر برابر ہیں تو تماثل اور اگر برابر نہیں ہیں تو پھر دیکھیں گے کہ چھوٹا عدد بڑے عدد کو برابر تقسیم کرتا ہے یا نہیں، اگر چھوٹا عدد بڑے عدد کو برابر ختم/ کاٹ سکتا ہے تو تداخل ہے اور اگر چھوٹا عدد بڑے عدد کو ختم نہیں کرسکتا ہے تو پھر دیکھیں گے کہ خارج میں کوئی تیسرا ایسا عدد موجود ہے جو ان کو کاٹ سکتا ہے یا نہیں، اگر کاٹ سکتا ہے تو توافق اور اگر نہیں تو تباین ہے۔

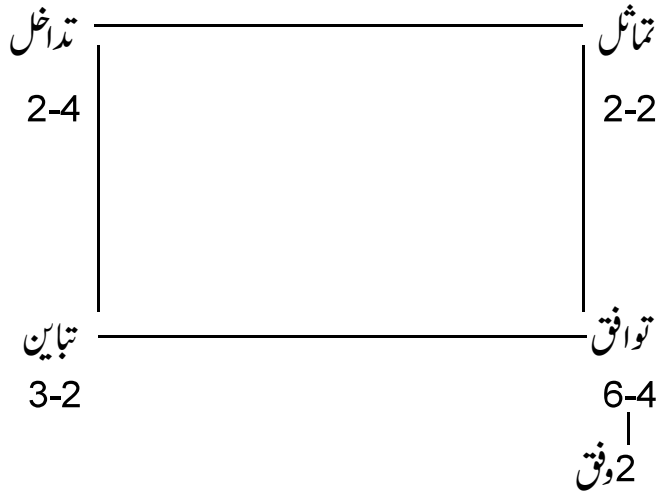

مخارج کے درمیان پائی جانے والی چاروں نسبتوں کی تفصیل

نسبت اول تماثل: یہ باب تفاعل کا مصدر ہے، اس کا معنی ہوتا ہے 'تشابہ' اور اصطلاح میں تماثل کہتے ہیں " كونُ أحد العددينِ مساويا لِلاٰخر "یعنی ایک عدد کا دوسرے کے بالکل برابر ہونا؛ جیسے: دو اور دو، چار اور چار وغیرہ۔

تماثل کا قاعدہ: تماثل کا قاعدہ یہ ہے کہ أحد المتماثلين کو عمل کے لئے لیا جائے گا یعنی دو عددوں میں سے ایک لے کر اس سے مسئلہ بنایا جائے گا؛ جیسے:

2		4	
میت		میت	
نصف	نصف	ربع	ربع ربع

اور بقیہ کو اسی پر قیاس کریں۔

نسبت ثانی تداخل: " و تداخُلُ العددينِ أن يعُدَّ اقلُّهما الأكثر أي يفنيه" تداخل یہ ہے کہ چھوٹا عدد بڑے عدد کو گنا کر ختم کر سکے؛ جیسے دو اور چار ہے کیونکہ ۲/دو مرتبہ میں چار کو تقسیم کر دیتا ہے/ کاٹ دیتا ہے اور چار دو پر برابر تقسیم بھی ہوتا ہے۔

تداخل کا قاعدہ:۱ کبرُ العددین یعنی دو عددوں میں سے بڑے عدد کو عمل کے لئے لیا جائے گا اور اس سے مسئلہ بنایا جائے گا؛ جیسے:

4		8	
میت		میت	
ربع	نصف	ربع	ثمن

نسبت ثالث توافق: " توافق العددین أن لا یعدأقلهما الأکثر ولٰکن یعدهما عددٌ ثالثٌ" توافق یہ ہے کہ چھوٹا عدد بڑے عدد کو تقسیم نہ کر سکے بلکہ خارج میں کوئی ایسا عدد ہو جو دونوں کو ختم کر سکے۔

ایسے دو عددوں کو متوافقان یا متوافقین کہتے ہیں اور تیسرا عدد جو دونوں کو ختم کرتا ہے وہ وفق کہلاتا ہے۔

توافق: 6_____4 متوافقان

2 وفق

(۲) ۴-۶--توافق بالنصف

(۳)۶-۹--// بالثلث

(۴)۸-۱۲--// بالربع

(۵)۱۰-۱۵--// بالخمس

(۶)۱۲-۱۸--// بالسدس

(۷)۱۴-۲۱--// بالسبع

(۸)۱۶-۲۴--// بالثمن

(۹)۱۸-۲۷--// بالتسع

(۱۰)۲۰-۳۰--// بالعشر

دس سے آگے عددِ توافق جزء میں ہوتے ہیں کیونکہ اعداد دس تک ختم ہو جاتے ہیں؛ جیسے:

(۱۱)۲۲-۳۳--توافق بجزء احد عشر

(۱۵)۳۰-۴۵--توافق بجزء خمسة عشر۔

توافق کا قاعدہ: توافق کا قاعدہ یہ ہے کہ متوافقین میں سے ایک کا وفق لے کر دوسرے کے کل میں ضرب دیں گے پھر جو حاصل ضرب ہوگا اسی سے مسئلہ بنایا جائے گا۔اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب مخارج کے درمیان توافق بالنصف ہو تو ایک کا نصف نکال کر دوسرے کے کل میں ضرب دیں گے اور اگر توافق بالثلث ہو تو ایک کا ثلث لے کر دوسرے کے کل میں ضرب دیں گے اور اگر توافق بالربع ہو تو ایک کا ربع لے کر دسرے کے کل میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب سے مسئلہ بنائیں گے،اسی طرح دس تک۔ وفق کے لئے ہمیشہ بڑے عدد کو لیا جاتا ہے چھوٹے کو نہیں۔اب ذہن میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ توافق میں بڑے عدد ہی کو کیوں وفق کے لئے لیا جاتا ہے؟ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ حاصل ضرب اور تصحیح کم سے کم عدد سے ہو جائے۔مثلا ۸-۲۰ کے درمیان توافق بالربع کی صورت میں حاصل ضرب ۴۰ آئے گا جبکہ انھیں دونوں عددوں کے درمیان توافق بالنصف کی صورت میں حاصل ضرب ۸۰ آئے گا،اور ظاہر ہے کہ ۴۰ سے حساب آسان ہے نہ کہ ۸۰ سے۔

نسبت رابع تباین: مخارج کے درمیان چوتھی نسبت تباین کی ہوتی ہے۔تباین یہ ہے کہ "ان لا یعد العددین معا عددٌ ثالثٌ" عدد اقل اکثر کو کاٹ نہ سکے اور خارج میں بھی کوئی ایسا عدد موجود نہ ہو جو ان دونوں کو کاٹ سکے۔جیسے: دو اور تین ہے۔دو اور تین برابر بھی نہیں ہیں ،اس لئے ان میں تماثل نہیں ہے، چھوٹا، بڑے کو کاٹ بھی نہیں رہا ہے تو تداخل بھی نہیں ہے اور کوئی تیسرا ایسا عدد بھی نہیں ہے جو ان دونوں کو کاٹ سکے سوائے واحد کے اور واحد تو اہل فرائض کے نزدیک عدد ہی نہیں ہے تو توافق بھی نہیں ہے،لہذا پتہ چلا کہ دو اور تین میں تباین ہے۔

تباین کا قاعدہ: تباین کا قاعدہ یہ ہے کہ متباینان میں سے ایک کل کو لے کر دوسرے کل میں ضرب دیں گے اور حاصل ضرب سے مسئلہ بنائیں گے؛ جیسے: نصف اور ثلث ،نصف کا مخرج ۲ ہے اور ثلث کا مخرج ۳۔ان دونوں میں تباین ہے لہذا انھیں باہم ضرب دیں گے،تو حاصل ضرب ۶ رمخرج مسئلہ ہوگا۔

ابتداءً میراث میں سب سے بڑا جو مسئلہ بنتا ہے وہ ۲۴ سے بنتا ہے، اس سے زیادہ ابتداء کوئی مسئلہ نہیں بنتا ہاں بعد میں تصحیح کا عدد بڑھ جاتا ہے، لیکن ابتداء مسئلہ ۲ سے بنتا ہے، ۳ سے بنتا ہے، ۴ سے بنتا ہے، ۶ سے بنتا ہے، ۸ سے بنتا ہے، ۱۲ سے بنتا ہے اور سب سے بڑا مسئلہ ۲۴ سے بنتا ہے۔

جس مسئلہ میں متعدد فروض ہوں اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ جن میں تماثل ہو، تو تماثل کے قاعدے پر عمل کرتے ہوئے ان میں سے ایک کو لے لیں اور جن میں تداخل ہو، تو تداخل کے قاعدے کے مطابق بڑے عدد کو لے لیں اور جن میں توافق ہو تو ایک کا وفق لے کر دوسرے کے کل میں ضرب دے دیں اور حاصل ضرب کو لے لیں اور پھر جن میں تباین ہو تو ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دے دیں اور حاصل ضرب کو لے لیں۔ سب سے آخر میں جو حاصل ضرب آئے گا اسی سے مسئلہ بنایا جائے گا۔ درج ذیل مسئلہ میں آپ غور فرمائیں؛

24

میت

ثمن	سدس	سدس	ثلثان
1	1	1	2
8	6	6	3

اس مسئلے میں جو مخارج ہیں وہ ہیں 8-6-6-3 اب چھ اور چھ میں تماثل ہے ان میں سے ایک کو لے لیا، پھر چھ اور تین کے درمیان نسبت دیکھا تو تداخل ہے لہذا بڑے عدد چھ کو لے لیا، پھر چھ اور آٹھ میں نسبت دیکھا تو توافق بالنصف ہے تو چھ کا نصف تین لے کر آٹھ میں ضرب دے دیا تو حاصل ضرب چوبیس آیا، پتہ چلا مذکورہ بالا مسئلہ چوبیس سے بنے گا۔

ان سب سے آسان تر یہ ہے کہ تمام حصص کا ذو اضعاف اقل مشترک (L.C.M) نکال لیں، حاصل عدد مخرج مسئلہ ہوگا حصص میں کچھ بھی نسبت ہو۔

مسئلہ بنانے کے قواعد سراجی کے نہج پر

ماقبل میں نسبتوں کے ذریعہ مسئلہ بنانے کا قاعدہ ہم لوگوں نے پڑھا اور جانا، اب یہاں سے مسئلہ بنانے کے قواعد صاحب سراجی علیہ الرحمہ کے طرز پر پیش کرتا ہوں۔

جیسا کہ ماقبل میں یہ بات گزری کہ فروض (متعینہ حصص) چھ ہیں اور مخارج پانچ ہیں اس لئے کہ ثلث اور ثلثان کا مخرج ایک ہے۔

قاعدہ (۱) جب مسئلے میں ایک فرض ہو تو مسئلہ اس فرض کے مخرج سے بنایا جائے گا؛ جیسے مسئلے میں صرف نصف ہے تو نصف کا مخرج دو ہے لہذا مسئلہ دو سے بنایا جائے گا۔ مسئلہ میں صرف ربع ہے تو ربع کا مخرج چار ہے لہذا مسئلہ چار سے بنایا جائے گا اسی طرح ثمن ہے تو مسئلہ آٹھ سے، سدس ہے تو مسئلہ چھ سے، ثلث اور ثلثان ہے تو تین سے بنایا جائے گا۔

یاد رہے کہ ہر فرض کا مخرج اس کا ہم نام عدد ہوتا ہے یعنی فرض اور اس کے مخرج کا مادۂ اشتقاق ایک ہوتا ہے، چنانچہ ربع اور اربعۃ کا مادۂ اشتقاق ایک ہے، ثمن اور ثمانیۃ کا ایک ہے، ثلث اور ثلثۃ کا ایک ہے، سدس اور ستّ کا ایک ہے سوائے نصف کے کہ اس کا مخرج اِثنین ہے اور ہم مادہ نہیں ہے۔

قاعدہ (۲) جب کسی مسئلے میں ایک سے زائد فروض ہوں اور وہ ایک ہی نوع سے متعلق ہوں تو ان میں سب سے چھوٹے فرض کے مخرج سے مسئلہ بنایا جائے گا کیونکہ جو مخرج چھوٹے فرض کا ہوگا، اسی سے بڑا اور بڑے سے بڑا عدد تقسیم ہو سکے گا، یعنی اگر مسئلے میں نصف، ربع اور ثمن جمع ہو رہے ہیں تو ان میں سب سے چھوٹا ثمن ہے اور اس کا مخرج آٹھ ہے لہذا مسئلہ آٹھ سے بنائیں گے اس لئے کہ مسئلہ آٹھ سے بنانے کی صورت میں اسی سے ربع بھی نکل آئے گا اور نصف بھی کیونکہ آٹھ کا ربع دو ہے اور نصف چار ہے اور یہ دونوں عدد آٹھ کے اندر بلا کسر موجود ہیں۔

نوٹ: ربع اور ثمن ایک ساتھ جمع نہیں ہوسکتے، کیونکہ ثمن بیوی کا حصہ ہوا کرتا ہے تو یقینا شوہر اس وقت فوت ہوا ہوگا، اور ربع بیوی کا ہوتا ہے یا شوہر کا۔ تو جب بیوی ثمن کی حقدار ہوگی تو ربع کی نہیں ہوگی، کیونکہ میت کی اولاد ہوگی یا نہیں ہوگی۔ جب وہ ثمن کی حقدار ہوئی ہے تو اس کا مطلب لازمی طور پر یہی ہے کہ میت کی اولاد ہے، لہذا جب میت کی اولاد ہے تو وہ کسی طور پر ربع کی مستحق نہیں ہو سکتی۔ اور ربع کا دوسرا حقدار شوہر ہوا کرتا ہے اور وہ فوت ہو چکا ہے، اس لئے ربع کے جو دو احتمالات تھے وہ دونوں ہی منتفی ہو گئے۔

قاعدہ (۳) جب مسئلے میں ایک سے زائد فروض جمع ہو جائیں اور وہ سب ایک ہی نوع سے تعلق رکھنے والے نہ ہوں بلکہ بعض کا تعلق پہلی نوع کے ساتھ ہو اور بعض کا دوسری کے ساتھ تو پھر اس میں درج ذیل تفصیل ہے۔

(۱) پہلی نوع کا نصف دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہوگا۔

(۲) پہلی نوع کا ربع دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہوگا۔

(۳) پہلی نوع کا ثمن دوسری نوع کے ساتھ جمع ہو رہا ہوگا۔

اگر پہلی نوع کا نصف دوسری نوع کے کل یا بعض کے ساتھ جمع ہو رہا ہے تو مسئلہ چھ سے بنائیں گے؛ جیسے:

6 عول 10

میت

شوہر	ماں	۲/حقیقی بہن	۲/اخیافی بہن
نصف	سدس	ثلثان	ثلث
3	1	4	2

قاعدہ (۴) اگر پہلی نوع کا ربع دوسری نوع کے تمام یا بعض کے ساتھ جمع ہو تو مسئلہ بارہ سے بنائیں گے؛ جیسے: 12 عول 17

میت

بیوی	ماں	۲/حقیقی بہن	۲/اخیافی بہن
ربع	سدس	ثلثان	ثلث
3	2	8	4

ربع اور نوع ثانی کے تمام فروض کے جمع ہونے کی مثال ذکر کر دی گئی ہے، بعض کے ساتھ جمع ہونے کی مثال کو اسی پر قیاس کر لیں۔

قاعدہ (۵) نوع اول کا ثمن، نوع ثانی کے کل یا بعض کے ساتھ جمع ہو رہا ہو تو مسئلہ چوبیس سے بنائیں گے۔

نوع اول کے 'ثمن' کا جمیع نوع ثانی کے ساتھ جمع ہونا احناف کے نزدیک متصور نہیں ہے البتہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک جائز ہے کیونکہ ان کے نزدیک محروم شخص دوسرے کے لئے حجب نقصان کا باعث بن سکتا ہے۔ مثلاً میت نے اپنا بیٹا کافر یا قاتل چھوڑا اور ساتھ بیوی، ماں، دو حقیقی بہنیں اور دو اخیافی بہنیں چھوڑا تو اس صورت میں وراثت سے محروم بیٹا زوجہ کے لئے حاجب ہوگا چنانچہ بیوی کو بجائے ربع کے ثمن ملے گا، ماں کا سدس، عینی بہنوں کا ثلثان اور اخیافی بہنوں کا ثلث۔ دیکھئے اس مسئلے میں نوع اول کا ثمن، نوع ثانی کے تمام فروض کے ساتھ جمع ہو گیا لہذا یہ مسئلہ عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک چوبیس سے بنے گا اور اور اکتیس سے عول ہوگا۔

24 عول 31 عند عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ

میت

بیٹا (قاتل)	بیوی	ماں	۲/حقیقی بہن	۲/اخیافی بہن
محروم	ثمن	سدس	ثلثان	ثلث
حاجب	3	4	16	8

جبکہ احناف کے نزدیک یہی مسئلہ ۱۲ سے بنے گا اور ۱۷ سے عول ہوگا۔

عول کا بیان

مسئلہ کی تین قسمیں ہوتی ہیں (۱) مسئلہ اصلیہ (۲) مسئلہ عائلہ (۳) مسئلہ ردیہ۔

مسئلہ جتنے سے بنا ہے، سہام کا مجموعہ بھی اُتنا ہی ہے جیسے مسئلہ چھ سے بنا ہے اور حصوں کا مجموعہ بھی چھ ہے تو اس کو مسئلۂ اصلیہ اور مسئلۂ عادلہ کہتے ہیں۔ اگر سہام کا مجموعہ مخرج سے زیادہ ہے مثلاً مسئلہ چھ سے بنا ہے اور سہام کا مجموعہ سات ہے یا آٹھ ہے یا نو یا دس ہے تو اس کو مسئلہ عائلہ یا عولیہ کہتے ہیں۔ اور اگر سہام کا مجموعہ مخرج سے کم ہے مثلاً مسئلہ چھ سے بنا ہے اور سہام کا مجموعہ چار ہے یا پانچ ہے تو اس کو مسئلہ ردیہ کہتے ہیں۔ مسئلہ ردیہ کو اس کے مقام میں پڑھیں گے ان شاء اللہ، یہاں مسئلہ عائلہ کے متعلق کچھ باتیں عرض کی جاتی ہیں۔

عول کا لغوی معنی ہوتا ہے "عَلٰی و ارْتفعَ" کسی چیز کا اوپر ہونا، عرب کہتے ہیں "عال المیزان"۔ تو عول کو عول اس لئے کہتے ہیں کہ سہام کا مجموعہ مخرج سے اوپر ہو جاتا ہے/تجاوز کر جاتا ہے۔

اصطلاح میراث میں عول کہتے ہیں: "زیادۃُ السھام اِذا کثُرت الفروضُ علیٰ مخرجِ الفریضۃِ" حصص کے زیادہ ہونے کی وجہ سے سہام کا مخرج سے بڑھ جانا۔ (شامی)

سراجی میں عول کی تعریف یوں مذکور ہے "ألعول ان یُزادَ علی المخرج شئیٌ من اجزائه اذا ضاق عن فرض" یعنی مخرج پر اس کے اجزا میں سے کچھ اضافہ کرنا جبکہ وہ مخرج حصہ کو ادا کرنے سے تنگ پڑ گیا ہو۔

عول کا مسئلہ کب پیش آیا؟

عول کا مسئلہ آقا ﷺ کے زمانے میں پیش نہیں آیا تھا اور نہ ہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پیش آیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک مسئلہ پیش آیا کہ ایک عورت انتقال کر گئی اور وارثین میں شوہر اور دو بہنیں ہیں۔ شوہر کا حصہ چونکہ نصف اور دو بہنوں کا ثلثان ہے، مسئلہ بنا چھ سے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حیران ہو گئے اور فرمانے لگے کہ میں شوہر کو کل مال کا نصف تین دوں تو دو بہنوں کا حصہ ثلثان سے کم ہو جاتا ہے جو کہ چار ہے، اور اگر دو بہنوں کو کل مال کا ثلثان دوں تو شوہر کا حصہ نصف سے کم ہو جاتا ہے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ حصے بڑھا دو، حصے بڑھانے کا فائدہ یہ ہوگا کہ جو نقصان ہوگا وہ تمام کے حصے میں آجائے گا اور سب کے ساتھ انصاف ہو جائے گا۔

عول کے قواعد:

وہ مخارج کہ جن سے مسئلہ ابتداءً بنتا ہے وہ سات ہیں (۱) 2 (۲) 3 (۳) 4 (۴) 6 (۵) 8 (۶) 12 (۷) 24۔

اب انھیں مخارج کے بارے میں عول کے مندرجہ ذیل قواعد ملاحظہ فرمائیں۔

پہلا قاعدہ: چار مخارج ایسے ہیں جن میں کبھی عول نہیں آتا اور وہ 2، 3، 4، اور 8 ہیں۔ ان چاروں میں سہام کبھی مخرج سے زیادہ نہیں آسکتے۔ ان کے علاوہ بقیہ میں عول آتا ہے۔

دوسرا قاعدہ: چھ کا عول دس تک آتا ہے طاق اور جفت دونوں طرح یعنی چھ کا عول صرف چار عدد آتے ہیں، 7، 8، 9، 10، اس کے علاوہ نہیں۔

تیسرا قاعدہ: بارہ کا عول ہمیشہ سترہ تک صرف طاق عدد میں آتا ہے، جفت میں نہیں یعنی بارہ کا عول صرف تین عدد آتے ہیں، 13، 15، اور 17۔

چوتھا قاعدہ: چوبیس کا عول صرف ستائیس آتا ہے یعنی ایک عدد آتا ہے اس کے علاوہ نہیں۔ (عند غیر عبد اللہ ابن مسعود)

اختلاف

24 کا عول جمہور کے نزدیک 27 ہی آتا ہے اس سے کم یا زیادہ نہیں، البتہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ کے نزدیک 24 کا عول 31 بھی آتا ہے۔ ان کے مسلک کے مطابق اس کی مثال کو سمجھنے سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ اختلاف دراصل ایک دوسرے اختلاف کی وجہ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ موانع ارث کی وجہ سے وراثت سے

محروم ہونے والا شخص کسی دوسرے کے لئے حاجب حرمان یا نقصان ہوسکتا ہے یا نہیں ؟ جمہور کے نزدیک ایسا شخص دونوں طرح کا حاجب نہیں ہوسکتا جبکہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے نزدیک حاجب حرمان تو نہیں ہوسکتا لیکن حاجب نقصان ضرور ہوسکتا ہے، اب اس اختلاف کو پیش نظر رکھتے ہوئے مثال ملاحظہ فرمائیں ؛

کسی مسئلہ میں زوجہ، دو حقیقی بہن، دو اخیافی بہن، ماں اور قاتل بیٹا موجود ہو تو حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے مطابق قاتل بیٹا چونکہ حاجب نقصان بنتا ہے اس لئے بیوہ کا حصہ ربع کے بجائے ثمن ہوگا لہذا مسئلہ ۲۴ر سے بنے گا اور ۳۱ر عول آئے گا، جبکہ جمہور کے مذہب کے مطابق قاتل بیٹا مطلقا حاجب نہیں بنتا اس لئے زوجہ کا حصہ ربع ہی رہے گا لہذا اب مسئلہ ۲۴ر سے بنے گا ہی نہیں بلکہ ۱۲ر سے بن کر ۱۷ر عول آئے گا۔

عولیہ مسئلہ کو حل کرنے کا طریقہ

جب کسی مسئلہ کے سہام اس کے مخرج سے بڑھ جائیں تو اس مسئلے میں مخرج کو بڑھا کر مجموعۂ سہام کو مخرج بنا دیا جاتا ہے۔ مثلا: کسی مسئلہ میں زوج اور دو بہنیں ہوں تو زوج کو نصف اور بہنوں کو ثلثان دے کر چھ سے مسئلہ بنایا جائے گا لیکن حصص کی تعداد سات ہو رہی ہے اس لئے مخرج کو بڑھا کر سات کر دیا جائے گا، اب سات میں سے زوج کو تین اور بہنوں کو چار دیا جائے گا۔

6 عول 7

میت

شوہر	۲/حقیقی بہن
نصف	ثلثان
3	4

تصحیح کا بیان

تصحیح باب تفعیل کا مصدر ہے اور "سقم" (بیماری کی ضد ہے)، اس کے معنی لغت میں "صحیح اور درست کرنے" یا "بیماری دور کرنے" کے آتے ہیں۔

اصطلاح فرائض میں تصحیح کہتے ہیں "إزالةُ الكسورِ الواقعةِ بين السهامِ والرؤسِ" سہام اور عدد رؤس کے درمیان واقع ہونے والی کسور کو ختم کرنا۔ سراجی کے حاشیہ میں اس کی تعریف یوں منقول ہے "هو أن توخذ السهام من أقلّ عدد يمكن على وجه لا يقع الكسر على واحد من الورثة" حصص کو ایسے چھوٹے عدد سے حاصل کرنا جس میں یہ ممکن ہو اس (سے حصص کے لینے) میں کسی بھی وارث کے حصے میں کسر واقع نہ ہو، یعنی حصص کی ادائیگی کے لئے ایسا چھوٹا عدد حاصل کرنا جس سے ہر وارث کا حصہ بغیر کسی کسر کے صحیح طور پر نکل آئے۔

تصحیح کا عمل ہر مسئلہ میں نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی ضرورت تب پڑتی ہے جب کسی مسئلہ میں سہام اور عدد رؤس کے درمیان کسر واقع ہو رہا ہو، اور کسر کا پتہ اس طرح چلتا ہے کہ محصلہ سہام ورثا کی اس جماعت کے عدد رؤس پر پورے پورے تقسیم نہ ہوتے ہوں؛ جیسے: کسی مسئلہ میں تین بیٹیوں کو مشترکہ طور پر چار سہام حاصل ہو رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ وہ چار سہام تین بیٹیوں پر پورے پورے تقسیم نہیں ہوں گے لہذا ایسی صورت میں مسئلہ کی درستگی کے لئے تصحیح کے عمل کی ضرورت پڑتی ہے تو تصحیح کے قواعد کے ذریعہ مخرج اور اس کے سہام کو بڑھایا جاتا ہے جس سے کسر ختم ہو جاتا ہے اور ورثا پر حصص پورے پورے تقسیم ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ تصحیح کے کل سات قواعد ہیں جنکی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

تصحیح کے قواعد:

تصحیح کے سات اصولوں میں سے تین اصول تو سہام اور رؤس سے متعلق ہیں اور چار اصول رؤس اور رؤس کے مابین ہیں۔سب سے پہلے وہ تین اصول جو سہام اور رؤس سے متعلق ہیں ان کی تفصیل یہ ہے؛

قاعدہ (۱) ورثا میں جتنے فریق ہیں ان میں اور ان کے سہام میں نسبت تماثل کی ہو تو ایسی صورت میں ضرب و تصحیح کی کوئی ضرورت نہیں ہے اس لئے کہ سہام اور رؤس برابر ہیں تو سب پر برابر تقسیم ہو جائے گا۔جیسا کہ کوئی شخص ماں،باپ اور دو بہنیں چھوڑ کر مرا ہو ۔ایسی صورت میں چونکہ سدس ماں کا،سدس باپ کا اور ثلثان دو بہنوں کا ہے،اس لئے قانون کے مطابق مسئلہ چھ سے بنے گا جس میں ایک سہم ماں کا،ایک سہم باپ کا اور چار سہام دو بہنوں کے،جن کو دونوں بہنیں دو۔دو لے لیں گی اور کسی قسم کی تصحیح کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

6

میت

ماں	باپ	۲/حقیقی بہن
سدس	سدس	ثلثان
1	1	4

قاعدہ (۲) جب ورثا میں سے صرف ایک فریق پر کسر واقع ہو تو ایسی صورت میں دیکھیں گے کہ اس فریق کے افراد کتنے ہیں؟ (ان افراد کو رؤس کہا جاتا ہے) ان کے حصے میں آنے والے سہام کتنے ہیں؟ ان رؤس اور سہام کے درمیان نسبت کیا ہے؟ اگر ان کے درمیان توافق کی نسبت ہو تو ایسی صورت میں تصحیح کا طریقہ یہ ہے کہ عدد رؤس کا وفق نکال لیں پھر دیکھیں مسئلہ میں عول ہے یا نہیں؟ اگر مسئلہ میں عول نہیں

ہے تو پھر رؤس کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں اور اگر مسئلہ عائلی ہے تو عول میں ضرب دیں اور حاصل ضرب سے حصص تقسیم کریں۔ یہاں یہ بات یاد رہے کہ جس عدد سے اصل مسئلہ یا عول کو ضرب دیں گے اسی عدد سے تمام فریقوں کے سہام کو بھی ضرب دیں گے ان شاءاللہ سہام پورے پورے تقسیم ہو جائیں گے۔

مسئلہ غیر عائلہ کی مثال؛ جیسا کہ کوئی شخص ماں، باپ اور دس بیٹیاں چھوڑ کر مرا ہو۔ اس صورت میں ماں کا سدس، باپ کا سدس اور دس بیٹیوں کا ثلثان ہے، لہذا قانون کے مطابق مسئلہ چھ سے بنے گا، ایک حصہ ماں کے لئے، ایک حصہ باپ کے لئے اور بقیہ چار حصے دس بیٹیوں کے لئے۔ اب دس بیٹیوں کے درمیان چار سہام برابر تقسیم نہیں ہو سکتے، چونکہ اس پورے مسئلہ میں صرف ایک فریق پر کسر واقع ہے اس لئے قاعدہ نمبر دو کے مطابق متاثرہ فریق کے رؤس دس اور سہام چار کے درمیان نسبت دیکھی تو توافق بالنصف کی تھی لہذا دس کا وفق پانچ آیا، یہاں مسئلہ چونکہ غیر عائلہ ہے اس لئے رؤس کے وفق پانچ کو اصل مسئلہ چھ کے ساتھ ضرب دیا تو (5x6=30) حاصل ضرب تیس ہوا، اب ماں باپ کے سہام "1" کو بھی مضروب 5 سے ضرب دیا تو (5x1=5) حاصل ضرب پانچ آیا لہذا ماں باپ کو پانچ۔ پانچ سہام دے دئے۔ باقی بیس بچے جبکہ دس بیٹیوں کے سہام چار تھے، ان چار کو بھی پانچ سے ضرب دیا تو (5x4=20) حاصل ضرب بیس آیا، لہذا دس بیٹیوں کو دو۔ دو سہام دے دئے اور پورا سہام برابر برابر تقسیم ہو گیا اور کوئی سہم بھی کاٹنا نہیں پڑا۔

30=5x6

میت

ماں	باپ	۱۰/ بیٹیاں
سدس	سدس	ثلثان
1	1	4
5	5	20÷10=2

مسئلہ عائلہ کواسی پر قیاس کرلیں اس بات کا خیال رکھتے ہوئے کہ رؤس کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دینے کے بجائے عول میں ضرب دیں گے۔

قاعدہ (۳) اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو اور اس متأثرہ فریق کے رؤس کی اپنے سہام کے ساتھ تباین کی نسبت ہو تو ایسی صورت میں جمیع عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے جبکہ مسئلہ عولی نہ ہو اور اگر مسئلہ عولی ہو تو عول میں ضرب دیں گے جو حاصل ضرب آئے گا اس سے حصص کی تقسیم ہوگی۔

18=3x6

میت

شوہر	دادی	۳/اخیافی بہنیں
نصف	سدس	ثلثان
3	1	4
9	3	6÷3=2

قاعدہ (۴) اگر ایک سے زائد فریقوں پر کسر واقع ہو لیکن ان کے اعداد رؤس کے درمیان تماثل کی نسبت ہو تو ایسی صورت میں ان میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اگر مسئلہ عولی نہ ہو اور عولی ہو تو عول میں ضرب دیں گے۔ مماثلت سے یہاں مراد یہ ہے کہ ایک فریق کے رؤس کی تعداد، دوسرے فریق کے رؤس کی تعداد میں تماثل کی نسبت ہو یا اگر بعض فریقوں کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت توافق بنتی ہو تو پھر ایسے رؤس کے وفق کی نسبت دیگر فریقوں کے رؤس کے ساتھ تماثل کی بنتی ہو۔ ایسی دونوں صورتوں میں کسی ایک عدد کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے پھر سب فریقوں کے سہام کو اسی مضروب سے ضرب دیں گے جو جواب آئے گا اس کے مطابق سہام تقسیم کر دیں گے۔ جیسا کہ کوئی شخص چھ بیٹیاں، تین دادیاں اور تین چچے

چھوڑ کر مرا۔بیٹیوں کا ثلثان، دادیوں کا سدس اور مابقی چچوں کا۔قانون کے مطابق مسئلہ ہوگا چھ سے۔

اس مسئلہ میں آپ غور فرمائیں تو نہ چھ بیٹیوں میں چار سہام پورے پورے تقسیم ہو رہے ہیں، نہ تین دادیوں میں ایک سہم تقسیم ہو رہا ہے اور نہ ہی تین چچوں میں ایک سہم پورا پورا تقسیم ہو رہا ہے۔معلوم ہوا یہاں پر ایک سے زیادہ فریق ایسے ہیں جن پر کسر واقع ہو رہا ہے۔

چنانچہ ان فریقوں کے رؤس کی ایک دوسرے کے ساتھ نسبت دیکھی تو وہ تماثل کی تھی یعنی کہ تین چچے، تین دادیاں اور چھ بیٹیوں کے رؤس کی نسبت ان کے سہام چار کے ساتھ توافق بالنصف کی ہے اور چھ کا وفق تین ہے۔جیسا کہ یہ پہلے ہی عرض کیا جا چکا ہے کہ اگر کسی فریق کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت توافق ہو تو اصل رؤس کے بجائے ان کے وفق کی دیگر فریقوں کے رؤس کے ساتھ نسبت دیکھی جائے گی۔ چنانچہ چھ کے وفق تین کی نسبت تین اور تین کے ساتھ تماثل کی ہے۔موجودہ قاعدہ کے مطابق ان میں سے کسی ایک کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے۔اصل مسئلہ چھ تھا تو تین کو چھ سے ضرب دی تو (3x6=18) حاصل ضرب اٹھارہ ہوا اور اصل مسئلہ کو چونکہ تین سے ضرب دیا تھا اس لئے تمام فریقوں کے سہام کو بھی تین سے ضرب دیں گے اس طرح جن فریقوں پر کسر آ رہا تھا اب ان فریقوں پر پورا پورا تقسیم ہو جائے گا۔

18=3x6

میت

6 بیٹیاں	3 دادیاں	3 چچے
ثلثان	سدس	مابقی
4	1	1
12÷6=2	3÷3=1	3÷3=1

قاعدہ (۵) اگر ایک سے زائد فریقوں پر کسر واقع ہو اور ان کی آپس میں تداخل کی نسبت ہو تو ایسی صورت میں جو عدد سب سے بڑا ہوگا اس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے اور ماحصل سے مسئلہ کی تصحیح کریں گے۔ جیسا کہ کسی نے چار بیویاں، تین دادیاں اور بارہ چچے چھوڑے ہوں۔ چار بیویوں کے لئے ربع، تین دادیوں کے لئے سدس اور چچوں کے لئے ما بقی۔ اصول کے مطابق مسئلہ بنا بارہ سے، ربع (۳) بیویوں کو، سدس (۲) دادیوں کو اور ما بقی (۷) چچوں کو۔

ملاحظہ فرمائیں کہ چار بیویوں میں تین سہام برابر تقسیم نہیں ہو رہے ہیں، رؤس چار اور سہام تین میں متباین ہے اس لئے رؤس چار کو محفوظ کر لیا۔ تین دادیوں اور ان کے سہام دو میں بھی نسبت متباین ہے لہذا ان کے بھی رؤس تین کو محفوظ کر لیا اور بارہ چچوں اور ان کے سہام سات میں بھی مبائنت ہے اس لئے ان کے بھی رؤس سات کو محفوظ کر لیا۔ اب ہمارے پاس محفوظ کردہ اعداد ہو گئے 12/3/4۔ ان تینوں میں 3 اور 4 دونوں کی 12 کے ساتھ تداخل کی نسبت ہے، کیونکہ ان میں 3 بھی 12 کو برابر کاٹ سکتا ہے اور 4 بھی۔ لہذا موجودہ قاعدے کے مطابق ان میں سے بڑے عدد 12 کو اصل مسئلہ 12 سے ضرب دیا تو (12x12=144) حاصل ضرب 144 آیا معلوم ہوا کہ اس مسئلہ کی تصحیح 144 ہے اور اصل مسئلہ کو چونکہ 12 سے ضرب دیا تھا اس لئے اب تمام فریقوں کے سہام کو بھی 12 سے ضرب دیں گے تو ہر فریق پر ان کا حصہ برابر تقسیم ہو جائے گا۔

144=12x12

میت

4 بیویاں	3 دادیاں	12 چچے
ربع	سدس	ما بقی
3	2	7
36÷4=9	24÷3=8	84÷12=7

قاعدہ (۶) جب متاثرہ فریقوں کی آپس میں نسبت توافق کی ہو تو ایسی صورت میں پہلے یہ دیکھیں کہ کون کون سے رؤس ایسے ہیں کہ جن کی اپنے سہام کے ساتھ توافق کی نسبت ہے اور کون کون سے رؤس ایسے ہیں کہ جن کی اپنے سہام کے ساتھ تباین کی نسبت ہے۔ جن رؤس کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت تباین ہے ان کو بعینہ محفوظ کرلیں اور جن کی اپنے سہام کے ساتھ نسبت توافق ہے ان کا وفق محفوظ کرلیں پھر جو اعداد محفوظ شدہ ہوں ان کی آپس میں نسبت پر غور کریں، اگر اس ماحصل میں اور اس عدد میں توافق ہو تو اس کے وفق میں ورنہ جمیع میں ضرب دیں پھر جو جواب آئے یعنی حاصل ضرب کی اس کے اگلے فریق کے ساتھ نسبت دیکھ لیں اگر وفق ہے تو وفق کے ساتھ ورنہ بعینہ رؤس کے ساتھ ضرب دیں پھر جو جواب آئے اس کے اگلے فریق کے ساتھ نسبت دیکھیں اگر وفق ہے تو اس کے ساتھ، نہیں تو بعینہ رؤس کے ساتھ ضرب دیں۔ اسی طرح سب فریقوں کے ساتھ کریں۔ آخر میں جو جواب آئے اس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں پھر ہر ایک کے سہام کو مضروب سے ضرب دیں تو اس طرح ہر فریق پر اس کا حصہ بلا کسر تقسیم ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ۔

مثلاً کسی نے چار بیویاں، اٹھارہ بیٹیاں، پندرہ دادیاں اور چھ چچے چھوڑے۔ چار بیویوں کا حصہ ثمن، اٹھارہ بیٹیوں کا ثلثان، پندرہ دادیوں کا سدس اور چھ چچوں کے لئے مابقی۔ اصول کے مطابق مسئلہ چوبیس سے بنے گا۔ چار بیویوں کا ثمن 3، اٹھارہ بیٹیوں کا ثلثان 16، پندرہ دادیوں کا سدس 4 اور چھ چچوں کو مابقی 1۔

ان رؤس اور سہام پر غور فرمائیں! چار بیویوں پر تین سہام پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے ہیں اور رؤس اور سہام کے درمیان تباین کی نسبت ہے، چنانچہ بعینہ رؤس 4 کو محفوظ کرلیا۔ اٹھارہ بیٹیوں پر سولہ سہام بھی برابر تقسیم نہیں ہو رہے ہیں اور ان کے رؤس اور سہام میں توافق بالنصف کی نسبت ہے تو رؤس کا وفق 9 ہوا لہذا 9 کو بھی محفوظ کرلیا

پندرہ دادیوں پر چار سہام بھی برابر تقسیم نہیں ہو رہے ہیں اور ان کے رؤس اور سہام میں تباین کی نسبت ہے لہذا 15 کو محفوظ کر لیا چھ چچوں پر بھی ان کا سہام 1 برابر تقسیم نہیں ہو رہا ہے اور ان کی بھی اپنے سہام کے ساتھ نسبت تباین ہے چنانچہ بعینہ عدد رؤس 6 کو محفوظ کر لیا۔ اب کل محفوظ شدہ اعداد ہو گئے 6,15,9,4۔ اب ان کی آپس میں نسبت دیکھی تو 4 اور 6 میں توافق بالنصف ہے اس لئے موجودہ قاعدے کے مطابق ایک (6) کے وفق 3 کو دوسرے کل (4) کے ساتھ ضرب دیا تو (3x4=12) تو حاصل ضرب 12 آیا، اب 12 اور 9 کے درمیان نسبت دیکھی تو توافق بالثلث کی ہے اس لئے 12 کو 9 کے وفق 3 کے ساتھ ضرب دیا تو (12x3=36) 36 آیا، اب 36 اور 15 میں نسبت دیکھی تو توافق بالثلث کی ہے اس لئے 36 کو 15 کے وفق 5 سے ضرب دیا تو (36x5=180) 180 ہوا، اس 180 کو اصل مسئلہ 24 سے ضرب دیا تو (180x24=4320) حاصل ضرب 4320 آیا۔ لہذا پتہ چلا کہ اس مسئلے کی تصحیح 4320 سے ہوگی۔ چونکہ اصل مسئلہ کو 180 سے ضرب دیا تھا اس لئے قانون کے مطابق تمام فریقوں کے سہام کو بھی 180 ہی سے ضرب دیں گے اس طرح ہر ایک کا حصہ بلا کسر نکل آئے گا۔

4320=180x24

میت

4 بیویاں	18 بیٹیاں	15 دادیاں	6 چچے
ثمن	ثلثان	سدس	ما بقی
3	16	4	1
504÷4=135	2880÷18=160	720÷15=48	180÷6=30

قاعدہ (۷) جب ایک سے زیادہ فریق پر کسر واقع ہو اور ان کے رؤس کی آپس میں تباین کی نسبت ہو تو ایسی صورت میں ہر فریق کے جمیع رؤس کو دوسرے فریق کے جمیع رؤس میں ضرب دیں گے جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اگلے فریق کے جمیع رؤس میں ضرب دیں گے پھر جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اگلے فریق کے جمیع رؤس کے ساتھ ضرب دیں گے۔اسی طرح تمام رؤس کے ساتھ کریں گے پھر آخر میں جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے پھر حسب سابق ہر ایک کے سہام کو اسی عدد مضروب سے ضرب دیں گے تو ہر ایک فریق کا حصہ بلا کسر نکل آئے گا۔ان شاءاللہ۔

جیسا کہ کسی شخص نے دو بیویاں، چھ دادیاں، دس بیٹیاں اور سات چچے چھوڑے۔دو بیویوں کا حصہ ثمن ہے، چھ دادیوں کا حصہ سدس ہے، دس بیٹیوں کا ثلثان اور چھ چچوں کا مابقی۔ضابطے کے مطابق مسئلہ 24 سے بنا۔بیویوں کو 3، دادیوں کو 4، بیٹیوں کو 16، اور چچوں کو مابقی 1۔

غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ دو بیویوں پر تین سہام پورے تقسیم نہیں ہو رہے ہیں اور رؤس اور سہام میں تباین ہے لہذا کل رؤس 2 کو محفوظ کر لیا، یونہی چھ دادیوں پر چار سہام برابر تقسیم نہیں ہو رہے ہیں اور رؤس و سہام میں توافق بالنصف ہے لہذا جمیع رؤس کے بجائے ان کے وفق 3 کو محفوظ کر لیا، یونہی دس بیٹیوں پر ان کے سہام سولہ پورے پورے تقسیم نہیں ہو رہے ہیں اور ان کی اپنے سہام کے ساتھ توافق بالنصف کی نسبت ہے لہذا کل رؤس کو محفوظ کرنے کے بجائے وفق 5 کو محفوظ کر لیا، اسی طرح سات چچوں پر ایک سہام بھی برابر تقسیم نہیں ہو رہا ہے اور ان کی آپس میں تباین کی نسبت ہے لہذا اصل عدد رؤس 7 کو محفوظ کر لیا۔

اس طرح کل محفوظ کردہ اعداد 7,5,3,2 ہوئے۔ان اعداد کی آپس میں نسبت دیکھی تو تباین ہے لہذا ایک عدد رؤس کو دوسرے عدد رؤس میں ضرب دیں گے چنانچہ 2 کو

3 کے ساتھ ضرب دیا تو (2x3=6) حاصل ضرب 6 آیا پھر 6 کو 5 سے ضرب دی تو (5x6=30) حاصل ضرب 30 ہوا، اس حاصل ضرب کو 7 سے ضرب دی تو (30x7=210) حاصل ضرب 210 آیا۔ اس جمیع حاصل ضرب کو اصل مسئلہ 24 سے ضرب دیا تو (210x24=5040) حاصل ضرب 5040 ہوا۔ اب اصل مسئلہ کی تصحیح اسی حاصل ضرب 5040 سے ہوگی۔

چونکہ اصل مسئلہ کو 210 سے ضرب دیا تھا لہذا قانون کے مطابق تمام فریقوں کے سہام کو بھی اسی 210 سے ضرب دیں گے تو ہر ایک کا حصہ ان شاء اللہ بغیر کسی کسر کے نکل آئے گا۔

5040= 210x24

میت

2 بیویاں	10 بیٹیا	6 دادیاں	7 چچے
ثمن	ثلثان	سدس	ماقی
3	16	4	1
630÷2=315	3360÷10=140	840÷6=140	210÷7=30

ورثا کے درمیان ترکہ کی تقسیم کا طریقہ

مسئلہ بنانے اور تصحیح کرنے سے مقصد حصوں کا تقسیم کرنا ہوتا ہے۔ پیسے کیسے تقسیم کئے جائیں گے؟ جو کرنسی ہوگی وہ کس اعتبار سے تقسیم ہوگی؟ اس کے لئے دو طریقے ہیں؛ ایک ہے طریقۂ تقسیم اور دوسرا ہے طریقۂ ضرب۔

1- طریقۂ تقسیم: اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کل ترکہ کو کل تصحیح پر تقسیم کرلیں گے، پھر حاصل تقسیم کو ہر وارث کے سہام میں ضرب دے دیں گے تو کل ترکہ سے اس وارث کا حصہ نکل آئے گا؛ جیسے

24÷48=2 (2/حاصل تقسیم) ترکہ 48روپئے

میت

بیوی	بیٹا	ماں	باپ
ثمن	عصبہ	سدس	سدس
3	13	4	4
2X3=6	2X13=26	2X4=8	2X4=8

2- طریقۂ ضرب: اس طریقے کا مطلب یہ ہے کہ ہر وارث کو تصحیح سے جتنا حصہ ملا ہے اس کو کل ترکہ میں ضرب دیں گے جو حاصل ضرب آئے گا اس کو تصحیح پر تقسیم کریں گے تو ترکہ میں سے ہر وارث کا حصہ نکل آئے گا۔ جیسے:

24 ترکہ 48روپئے

میت

بیوی	بیٹا	ماں	باپ
ثمن	عصبہ	سدس	سدس
3	13	4	4
3X48=144÷24=6	13X48=624÷24=26	4X48=192÷24=8	4X48=192÷24=8

یہ تو طریقہ تھا اس صورت کے لئے کہ ترکہ میں کسر نہ ہو اور اگر کسر ہو جیسا کہ ترکہ ۳۰/ دینار اور ثلث ہو تو اس کو تقسیم کرنے کا طریقہ یہ ہے (صحیح اعداد x کسر کا مخرج + 1 = کل ترکہ) (تصحیح x کسر کا مخرج = کل تصحیح)

یعنی ایسی رقم جس میں کسر ہو اس سے کسر کو الگ کر لیں، کسر کا مخرج دیکھیں کیا ہے؟ اگر کسر ثلث ہوا تو اس کا مخرج تین ہوگا اور اگر ربع ہوا تو اس کا مخرج چار ہوگا اور اگر خمس ہوا تو اس کا مخرج پانچ ہوگا علیٰ ھذا القیاس۔ پھر بغیر کسر والی پوری رقم کو کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دیں جو جواب آئے اس میں کسر کو (یہاں یہ بات یاد رہے کسر کو پورے ایک عدد کے طور پر) جمع کر دیں بلکہ یوں کہیں کہ حاصل ضرب میں ایک جمع کر دیں، اسی طرح جس عدد سے مسئلہ کی تصحیح ہوئی تھی اس کو بھی ترکہ کے کسر کے مخرج کے ساتھ ضرب دیں۔ اس طرح اب دو حاصل ضرب آچکے۔ ایک تو صحیح اعداد کو کسر کے مخرج کے ساتھ جو ضرب دیا تھا اس کا حاصل اور دوسرا وہ کہ جس عدد سے مسئلہ کی تصحیح کی تھی اس کو ترکہ کے کسر کے مخرج سے ضرب دیا تھا اس کا حاصل۔

اب یہ دیکھیں کہ تصحیح کا جو حاصل ہے اس میں اور ترکہ کے حاصل میں نسبت کیا ہے؟ اگر توافق کی ہے تو ہر وارث کو جو حصہ تصحیح سے حاصل ہوا تھا اس کو ترکہ کے وفق کے ساتھ ضرب دیں اور ماحصل کو تصحیح کے وفق پر تقسیم کر دیں جو جواب آئے گا وہی اس فرد کا حصہ ہوگا۔ اور اگر تصحیح اور ترکہ میں تباین ہے تو پھر جس فرد کا حصہ معلوم کرنا مقصود ہو اس کے ان سہام کو جو اس کو تصحیح سے حاصل ہوئے کل ترکہ کے ساتھ ضرب دیں اور ماحصل کو کل تصحیح پر تقسیم کر دیں جو جواب آئے گا وہی اس فرد کا حصہ ہوگا۔

کم ترکہ کو زیادہ قرض خواہوں پر قرض کے تناسب سے تقسیم کرنے کا طریقہ

جب کسی شخص کا انتقال ہو جاتا ہے تو سب سے پہلے اس کا مال اس کے کفن دفن پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اگر اس کا سارا مال تجہیز و تکفین پر خرچ ہو گیا تو سارا قصہ ہی ختم ہو گیا اور اگر باقی بچ گیا تو اس میں تہائی وصیت نافذ کر کے باقی ورثا پر تقسیم کیا جاتا ہے، لیکن کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مردے پر قرض زیادہ ہوتا ہے اور جو اس نے مال چھوڑا ہے وہ کم ہوتا ہے۔

اب ایسا تو نہیں کیا جا سکتا کہ ایک قرض خواہ کو اس کا قرض ادا کر دیا جائے اور باقیوں کو محروم رکھا جائے، یہ انصاف کے خلاف ہے۔

لہذا ہر قرض خواہ کو اس کے قرض کے تناسب سے حصہ ملنا چاہئے تا کہ جو نقصان ہے وہ تمام قرض خواہوں کے حصے میں آجائے اور کسی کو زیادہ اور کسی کو کم نہ ملے۔

تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ میت کے ورثا کی جگہ قرضخواہوں کا نام لکھ دیں گے اور حصوں کے بجائے ان کے قرضوں کو ان کے نام کے نیچے لکھ دیں گے پھر مجموع دیون کو مسئلہ کی جگہ پر لکھ دیں گے اور ترکہ کو ترکہ جگہ پر لکھ دیں گے۔ پھر طریقۂ ضرب جاری کریں گے یعنی ہر ایک کے قرضہ کو کل ترکہ میں ضرب دیں گے پھر حاصل ضرب کو مجموع دیون پر تقسیم کریں گے تو اس طرح سے ہر ایک قرض خواہ کا قرض اس کے قرض کے تناسب سے نکل آئے گا۔

48 مجموع دیون — ترکہ 17 روپئے

میت

عرفان	خالد	زبیر
12	16	20
12x17=204÷48=4.25	16x17=272÷48=5.66	20x17=340÷48=7.08

تخارج کا بیان

"تخارج" یہ باب تفاعل کا مصدر ہے، لغوی معنی ہوتا ہے نکلنا۔ اصطلاح میراث میں تخارج کہتے ہیں تمام ورثا کی رضامندی سے کسی وارث کا اپنے حصے سے دستبردار ہونا۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ مصالحت کرنے والے شخص کو ورثا میں شمار کر کے مسئلہ کی تصحیح کی جائے پھر تصحیح سے اس کے حصے ختم کر دئے جائیں تو اس کے حصے باقی حصوں میں مل جائیں گے اور اس کے علاوہ وارثین کے حصے بڑھ جائیں گے۔ جیسے ؛کسی عورت کا انتقال ہوگیا، ورثا میں شوہر، ماں اور چچا رہ گیا۔ اب شوہر کے ذمہ بیوی کا مہر تھا جو اس کی زندگی میں ادا نہیں کیا تھا تو بیوی کے مرنے کی وجہ سے وہ مہر میراث بن گیا۔ اب شوہر نے کہا میرے ذمہ جو مہر ہے وہ مجھ سے مت لو اور میرا جو حصہ بیوی کے مال میں بنتا ہے، میں اس سے دستبردار ہوتا ہوں چنانچہ وہ ورثا کے درمیان سے نکل گیا۔

6 طرح 3

میت

شوہر	ماں	چچا
نصف	ثلث	عصبہ
3	2	1

ص

نوٹ: کل ورثا کے حق میں بھی دستبردار ہونا جائز ہے اور ایک وارث کے حق میں بھی دستبردار ہونا جائز ہے۔ جیسا کہ ورثا میں چار بیٹے ہیں اور ایک بیوہ ہے۔ ان چار بیٹوں میں سے ایک بیٹا صرف اپنے ماں کے حق میں دستبردار ہونا چاہتا ہے سبھی

ورثا کے حق میں نہیں۔تو ایسی صورت میں مصالحت کرنے والے بیٹے کے سہام کو تصحیح سے ختم کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے بلکہ مصالحت کرنے والے بیٹے کے حصے کو لے کر ماں کے حصے میں یا جس سے بھی صلح کیا ہے اس کے حصے میں جمع کر دیں۔

3=4x48

میت

بیوی	بیٹا	بیٹا	بیٹا	بیٹا
ثمن	عصبہ			
1	7			
4+7=11	7	7	28	7	7
	صلح			

تخارج کے جائز ہونے کی دلیل یہ ہے کہ یہ عقد معاوضت ہے اور ورثا کے راضی ہونے کے وقت یہ جائز ہے، کوئی چیز لے کر دست بردار ہونا بھی جائز ہے اور بغیر کچھ لئے بھی دستبردار ہونا جائز ہے۔اس کی دلیل آقا ﷺ کا ارشاد پاک بھی ہے

" كلُّ صلح جائزٌ بينَ المسلمين إلا صلحا حرّم حلالا أو أحلَّ حراما"

ہر صلح مسلمانوں کے درمیان جائز ہے سوائے اس صلح کے جو حلال کو حرام کر دے یا حرام کو حلال کر دے۔(سنن ترمذی: ۱۳۵۲)

❁❁❁❁❁❁

❁❁❁

❁

ردکا بیان

''رد''عول کی ضد ہے،اس کا لغوی معنی ہوتا ہے لوٹانا۔

اصطلاح میں '' صَرفُ ما فَضُلَ عن فروضِ ذوی الفروضِ و لا مُستحقَّ له من العصباتِ الیهم بِقدرِ حقوقِهم''

ذوی الفروض کے حصے دینے کے بعد بچے ہوئے مال کو جبکہ عصبات میں ان کا کوئی مستحق نہ ہو،ذوی الفروض پر ان کے حقوق کے مطابق دوبارہ لوٹائے جانے کے عمل کو 'رد' کہتے ہیں۔(التعریفات:۱۱۰)

شروط رد: کسی بھی مسئلہ کے ردی ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں؛

(۱)وجود صاحب فرض۔ (۲)عدم عاصب۔ (۳)بقاءشئ من الترکہ

پھر رد ہونے یا نہ ہونے کے اعتبار سے ذی فرض کی دو قسمیں ہیں۔(۱)نسبی۔ (۲)سببی۔

ذی فروض سببی دو ہیں،زوج اور زوجہ۔انھیں کو 'مَن لا یُرَدُّ علیهم' کہتے ہیں۔

ذی فروض نسبی دس ہیں،انھیں 'مَن یُرَدُّ علیهم' کہتے ہیں۔

من لا یرد علیهم	من یرد علیهم
۱۔زوج ۲۔ زوجہ	دس ہیں
زوج اور زوجہ پر رد اس لئے نہیں ہوتا کہ یہ نکاح کے سبب میراث لیتے ہیں اور نکاح موت سے ختم ہوجاتا ہے لہذا اب دوبارہ لینے کے لئے کوئی سبب نہیں بچا	۱۔بیٹی، ۲۔پوتی، ۳۔بہن، ۴۔علاتی بہن، ۵۔اخیافی بہن، ۶۔ماں، ۷۔اخیافی بھائی، ۸۔جدۂ صحیحہ، ۹۔دادا، ۱۰۔باپ

من یرد علیھم: جو دس ہیں، ان میں سے باپ اور دادا کو بھی خارج کیا جائے گا اس لئے کہ ان کے ہوتے ہوئے کوئی مسئلہ ردیہ نہیں بن سکتا کیونکہ جس مسئلہ میں باپ موجود ہے یا دادا موجود ہے تو یہ ذی فرض بھی ہوتے ہیں اور عصبہ بھی ہوتے ہیں، یہ بطور فرض بھی لیتے ہیں اور جو بچ جاتا ہے اس کو بطور عصوبت بھی لیتے ہیں، اس لئے ان دونوں کے ہوتے ہوئے مسئلہ ردیہ نہیں ہوسکتا ہے۔

رد کے چار قواعد اور وجہ حصر

من یرد علیھم دو حالتوں سے خالی نہیں، یا ایک جنس ہوں گے یا ایک سے زائد۔ پھر ان میں سے ہر ایک کی دو حالتیں ہیں، ان کے ساتھ أحد الزوجین ہوگا یا نہیں ہوگا۔ اس طرح سے کل چار قسمیں بن جاتی ہیں اور ہر ایک کے لئے الگ الگ قاعدہ ہے۔

نمبر شمار	من یرد علیھم	أحد الزوجین
۱	جنس واحد	x x x
۲	جنسان أو أکثر	x x x
۳	جنس واحد	أحد الزوجین
۴	جنسان أو أکثر	أحد الزوجین

رد کے چار قواعد مع مثال

پہلا قاعدہ: من یرد علیھم ایک جنس کے ہوں اور من لا یرد علیھم یعنی احد الزوجین ساتھ میں نہ ہو تو ایسی صورت میں مسئلہ رؤس سے بنایا جائے گا۔

2 ⅋ (ألمسئلة من الرؤس)

میت

بیٹی	بیٹی
1	1

دوسرا قاعدہ: من یرد علیہم دوجنس یا دو سے زیادہ جنس ہوں اور احدالزوجین ساتھ میں نہ ہوتو اس صورت میں مسئلہ مجموع سہام سے بنایا جائے گا۔

4 (من مجموع السھام)

میت

ماں	بیٹی
سدس	نصف
1	3

تیسرا قاعدہ: من یرد علیہم جنس واحد ہو اور ساتھ میں احدالزوجین ہوتو ایسی صورت میں مسئلہ احدالزوجین کے فرض کے مخرج سے بنایا جائے گا۔ اور من یرد علیہ عصبہ کی منزل میں ہو جائے گا، پھر من لایرد علیہ کو دینے بعد جو باقی بچا ہے وہ من یرد علیہ پر تقسیم کیا جائے گا۔ من لایرد علیہ کو دینے کے بعد جو باقی بچا اس میں اور من یرد علیہم کے رؤس کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی۔ نسبتیں چار طرح کی ہوسکتی ہیں تماثل، تداخل، توافق، تباین۔ اگر تداخل کی نسبت ہوتو اس کو توافق میں تبدیل کریں گے تاکہ مسئلہ کم عدد سے بنے۔ تو اگر تماثل کی نسبت ہوتو ضرب کی کوئی ضرورت نہیں؛ جیسے:

4 (مابقی من فرض احدالزوجین 3)

میت

زوج	3/بیٹیاں
ربع	ثلثان
1	3

اور اگر مابقی اور من یرد علیھم کے رؤس کے درمیان توافق کی نسبت ہوتو من یرد علیھم کے رؤس کے وفق کو من لا یرد علیھم کے فرض کے مخرج میں ضرب دیں گے۔

8=2x4 (مابقی من فرض احد الزوجین 3)

میت

زوج	6/بیٹیاں
ربع	ثلثان
1	3
2	6

اور اگر مابقی اور من یرد علیھم کے رؤس کے درمیان تباین کی نسبت ہوتو من یرد علیھم کے جمیع رؤس کو ضرب دیں گے من لا یرد علیھم کے فرض کے مخرج میں؛ جیسے:

20=5x4 (مابقی من فرض احد الزوجین 3)

میت

زوج	5/بیٹیاں
ربع	ثلثان
1	3
5	15

چوتھا قاعدہ: من یرد علیھم دو یا زیادہ جنس ہوں اور ان کے ساتھ احد الزوجین ہو۔

یہ چوتھا قاعدہ مرکب ہے دوسرے اور تیسرے قاعدے سے۔ اس لئے کہ اس میں دو مسئلے الگ الگ بنائے جائیں گے۔ احد الزوجین کا مسئلہ ان کے فرض کے مخرج سے بنایا جائے گا اور من یرد علیھم کا مسئلہ دوسرے قاعدے کے مطابق مجموع سہام سے۔ پھر مابقی من فرض أحد الزوجین اور مسئلۂ من یرد علیھم میں

نسبت دیکھی جائے گی۔اس میں دو نسبتیں ہوسکتی ہیں۔تدبر و تامل سے سے یہ بات پتہ چلتی ہے کہ اس میں صرف دو نسبتیں ہوسکتی ہیں، زیادہ نہیں ہوسکتی ہیں۔ایک تماثل دوسری تباین۔اگر تماثل کی نسبت ہو تو ضرب وغیرہ کچھ نہیں کریں گے؛ جیسے:

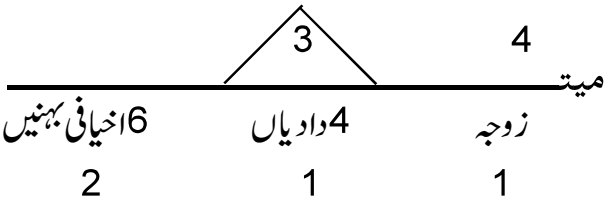

مابقی من فرض احد الزوجین(3)

اور اگر تباین کی نسبت ہو تو کل مسئلہ من یرد علیھم کو ضرب دیں گے من لا یرد علیھم کے فرض کے مخرج میں اور یہاں یہ بات یاد رہے کہ من لا یرد علیھم کے سہام کو تو مضروب ہی میں ضرب دیں گے لیکن من یرد علیھم کے سہام کو مابقی میں ضرب دیں گے؛ جیسے:

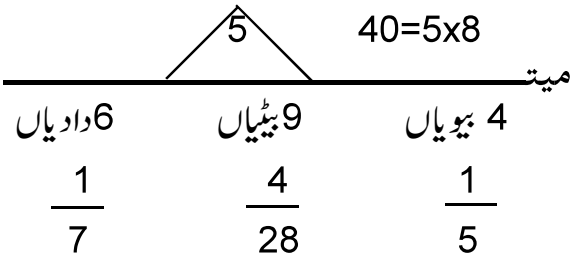

مابقی من فرض احد الزوجین(7)

مقاسمۃ الجد کا بیان

مقاسمۃ الجد کے حوالے سے کچھ ضروری باتیں

بہن بھائیوں کی تین قسمیں ہوتی ہیں، ایک حقیقی بہن بھائی، ایک علاتی بہن بھائی اور ایک اخیافی بہن بھائی۔

اس بات میں تو سب کا اتفاق ہے کہ جد صحیح کی موجودگی میں اخیافی بہن بھائی بالکلیہ ساقط ہوتے ہیں۔

حقیقی بہن بھائی اور علاتی بہن بھائی، دادا کے ساتھ وارث ہوں گے یا نہیں ؟ چونکہ اس بارے میں کوئی قرآن کی آیت موجود نہ تھی اور نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث مروی تھی، اس لئے اس مسئلہ میں اختلاف ہوگیا۔ اسی اختلاف کی وجہ سے علم میراث میں دادا کا مسئلہ الگ بیان کیا جاتا ہے۔

مقاسمۃ الجد کا معنی

مقاسمۃ الجد کا معنی ہے ''مقاسمة بين الجد والاخوة والاخوات'' یعنی مرنے والے کے دادا اور بہن بھائیوں کے درمیان تقسیم میراث کا مسئلہ۔

اختلاف

اس بارے میں صحابۂ کرام اور ائمہ کرام کی ایک جماعت کا کہنا یہ ہے کہ جد صحیح کی موجودگی میں حقیقی بہن بھائی اور علاتی بہن بھائی محجوب ہوں گے، جیسا کہ باپ کی موجودگی میں ہوتے ہیں۔ یہ مذہب صحابہ کرام میں سے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا ہے اور کبار صحابہ و تابعین رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین جنھوں نے آپ کے اس موقف کی تائید کی ہے ان میں سے کچھ کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں

حضرت عبد اللہ ابن عباس، حضرت عبد اللہ ابن عمر، حضرت عبد اللہ بن زبیر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت معاذ بن جبل، رضی اللہ عنہم اجمعین اور ام المومنین حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا، قاضی شریح ،حضرت حسن بصری،ائمہ میں سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ۔

صحابہ اور ائمہ کرام کی ایک دوسری جماعت کا کہنا یہ ہے کہ دادا کے ساتھ عینی اور علاتی بہن بھائی محجوب نہیں ہوں گے بلکہ انھیں بھی حصہ ملے گا۔صحابہ کرام میں سے حضرت عمر،حضرت علی،حضرت عثمان،حضرت عبداللہ ابن مسعود،حضرت زید بن ثابت اور جمہور صحابہ کرام ،اور ائمہ میں سے حضرت امام مالک ،حضرت امام شافعی، اور احناف میں سے صاحبین اور ایک روایت کے مطابق حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ان سبھی حضرات کا مذہب یہ ہے کہ دادا کی موجودگی میں عینی اور علاتی بہن بھائی محجوب نہیں ہوں گے۔

دلائل:

پہلی جماعت کی دلیل یہ ہے کہ قرآن پاک میں 'جد' پر بھی 'أب' کا اطلاق کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے "وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَائِیْ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ وَ یَعْقُوْبَ"، حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے آباء کی تابعداری کی، تو حضرت یعقوب علیہ السلام ان کے باپ ہیں،حضرت اسحاق علیہ السلام دادا ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پردادا ہیں۔دیکھئے یہاں پر دادا اور پردادا پر بھی 'أب' کا اطلاق کیا گیا ہے۔(سورہ یوسف: آیت ۳۸)

لہذا پتہ چلا کہ جد بھی بمنزلہ باپ کے ہے تو جس طرح باپ کی موجودگی میں بہن بھائی ساقط ہوتے ہیں اسی طرح دادا کی موجودگی میں بھی ساقط ہوں گے۔اسی طرح قیاس سے بھی استدلال کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دادا، پوتے کی طرح ہے کہ جب بیٹا موجود نہیں ہوتا تو پوتا قائم مقام اور وارث بنتا ہے اسی طرح جب باپ موجود نہیں ہے تو دادا قائم مقام اور وارث ہوگا، مزید فرماتے ہیں کہ اخیافی بہن بھائی بالاتفاق محجوب ہوتے ہیں تو حقیقی اور علاتی بھی ساقط و محجوب ہوں گے۔

دوسری جماعت جو میراث کی قائل ہے ان کی بھی اپنی دلیل ہے، وہ کہتے ہیں کہ دادا اور بہن بھائی یہ سب ایک ہی طریقے سے میت کی طرف منسوب ہوتے ہیں باپ کے واسطے سے، بس فرق یہ ہے کہ بہن بھائی باپ کی فرع ہیں اور دادا باپ کی اصل ہے، تو ان میں سے ایک کو دیا جائے اور دوسرے کو چھوڑ دیا جائے تو یہ انسب و افضل نہیں ہے۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ یہاں پر نص موجود نہیں ہے اور بہن بھائیوں کی جو میراث ہے وہ نص سے ثابت ہے لہذا اب اسی طرح کی نص سے اسے ختم کیا جا سکتا ہے یا اجماع سے اور یہاں پر ایسی کوئی چیز موجود نہیں ہے اور حجب کے جو اصول و قواعد ہیں ان سے بھی اس کا کوئی تضاد و ٹکراؤ نہیں ہے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ بہت سارے احکامات میں جد کا حکم أب کے حکم سے مختلف ہوتا ہے لہذا جد کو أب پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، اس پر قیاس کرنا قیاس مع الفارق ہے۔ اب اگر دادا کو حصہ دے دیا جائے اور بہن بھائیوں کو نہ دیا جائے تو ایک تو ان کا بھائی گیا اور ہاتھ سے مال و متاع بھی گیا، ان کے دامن میں رونے دھونے اور حسرت و افسوس کے سوا کچھ نہ بچا۔ لہذا راجح بات یہ ہے کہ ان کو حصہ ملنا چاہئے۔ اب 'جد' کے کل احوال کتنے ہوں گے؟ اجمالا سب سے پہلے ہم اس کو سمجھیں گے اور پھر مثالیں حل کریں گے (ان شاء اللہ)

مقاسمۃ الجد کا اجمالی خاکہ

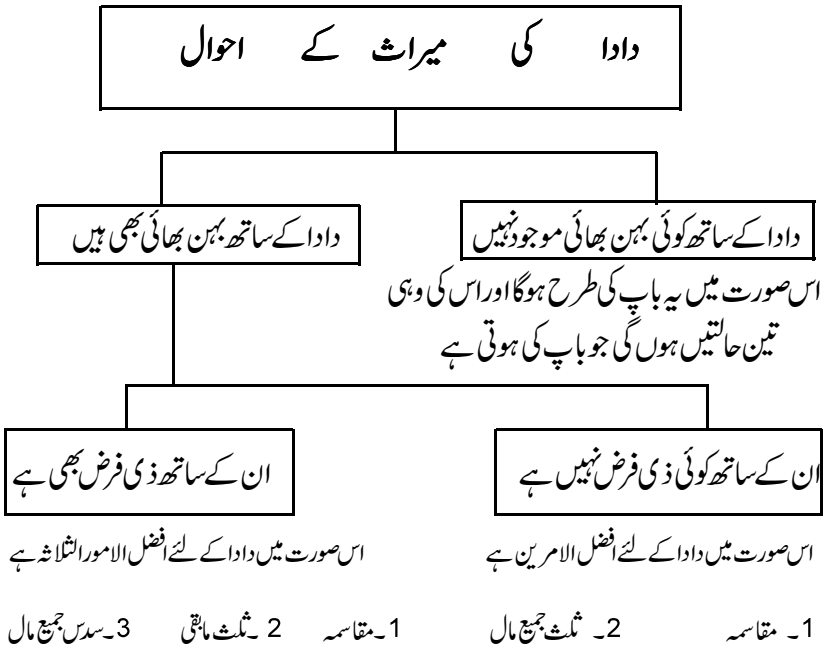
دادا کی میراث کے احوال
دادا کے ساتھ کوئی بہن بھائی موجود نہیں
دادا کے ساتھ بہن بھائی بھی ہیں
اس صورت میں یہ باپ کی طرح ہوگا اور اس کی وہی تین حالتیں ہوں گی جو باپ کی ہوتی ہے
ان کے ساتھ کوئی ذی فرض نہیں ہے
ان کے ساتھ ذی فرض بھی ہے
اس صورت میں دادا کے لئے افضل الامرین ہے
اس صورت میں دادا کے لئے افضل الامور الثلاثہ ہے
1۔ مقاسمہ
2۔ ثلث جمیع مال
1۔مقاسمہ
2 ۔ثلث مابقی
3۔سدس جمیع مال

پانچ صورتوں میں جد کے لئے مقاسمہ بہتر ہوتا ہے		تین صورتوں میں مقاسمہ اور ثلث جمیع مال برابر ہوتا ہے	
1۔جد	۱ر حقیقی بہن	1۔جد	۲ر حقیقی بھائی
2۔جد	۲ر حقیقی بہنیں	2۔جد	۴ر حقیقی بہنیں
3۔جد	۳ر بہنیں	3۔جد	۱ر حقیقی بھائی ۲ر حقیقی بہنیں
4۔جد	بھائی		
5۔جد	بھائی بہن		

ان مذکورہ آٹھ صورتوں کے علاوہ باقی صورتوں میں جد کے لئے ثلث جمیع مال افضل ہوتا ہے۔

مقاسمہ کی تفصیل یہ ہے کہ دادا کو تقسیم میں ایک بھائی قرار دیں گے اور بنوعلات بنواعیان کے ساتھ شریک ہوں گے دادا کا حصہ کم کرنے کے لئے، جب دادا اپنا حصہ لے لے گا تو بنوعلات بغیر کچھ لئے درمیان سے نکل جائیں گے اور جو باقی ترکہ ہوگا وہ بنواعیان کے لئے ہوگا ہاں مگر جبکہ بنواعیان میں ایک بہن ہو، کیونکہ وہ اپنا فرض حصہ نصف لے گی ۔ پھر دادا کا اپنا حصہ وصول کرنے کے بعد اگر کچھ بچتا ہے تو وہ بنوعلات کو ملے گا ورنہ ان کے لئے کچھ نہ ہوگا۔ جیسا کہ دادا، حقیقی بہن اور دو علاتی بہنیں اور اگر اس مسئلہ میں ایک علاتی بہن ہو تو اس کو کچھ نہیں ہوگا۔ اور اگر مسئلہ میں دادا، بہن بھائی کے علاوہ کوئی ذی فرض بھی موجود ہو تو دادا کے لئے ایسی صورت میں ذی فرض کا حصہ نکالنے کے بعد تین امور میں سے جو بہتر ہوگا وہ کیا جائے گا، یا تو مقاسمہ کیا جائے گا۔ یا مابقی کا ثلث دیا جائے گا۔ یا جمیع مال کا سدس دیا جائے گا اور جب مابقی کا ثلث بہتر ہو اور اور مابقی کا ''ثلث صحیح'' نہ بچتا ہو تو ثلث کے مخرج کو اصل مسئلہ سے ضرب دیں گے ۔ اور ہاں یہ یاد رہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ مسئلہ اکدریہ کے علاوہ کہیں بھی حقیقی یا علاتی بہن کو ذی فرض نہیں بناتے ہیں اور وہ شوہر، ماں، دادا، اور ایک عینی یا علاتی بہن ہے ۔ شوہر کے لئے نصف، ماں کے لئے ثلث، اور دادا کے لئے سدس ہوگا اور بہن کے لئے نصف پھر دادا کا حصہ بہن کے حصے کے ساتھ ملایا جائے گا اور للذکر مثل حظ الانثیین کے طور پر ان دونوں کے درمیان تقسیم کیا جائے گا، کیونکہ دادا کے لئے مقاسمہ بہتر ہے ۔ (طرازی: ص ۲۰۳)

امثال: وہ مثالیں کہ جن میں جد کے ساتھ بہن اور بھائی کے علاوہ اور کوئی ذی فرض موجود نہ ہو۔

میت	2	مقاسمہ
دادا	بھائی	
1	1	

(ثلث جمیع مال) 9=3x3

میت

دادا	بھائی	بھائی	بھائی
	(2)		
1	2	2 (6)	2
3			

(مقاسمہ) 3

میت

دادا	حقیقی بھائی	علاتی بھائی
1	2	x

(مقاسمہ) 20=2x10=2x5

میت

دادا	حقیقی بہن	۲/علاتی بہنیں
	2	1
2	2	1 (2) 1
	1	
4	5	
8	10	

4

میت

دادا	حقیقی بہن	علاتی بہن
2	2	x

وہ مثالیں کہ جن میں جداور بہن بھائی کے علاوہ کوئی ذی فرض بھی ہو۔

18=3x6 ثلث مابقی

میت

دادی	دادا	بھائی	بھائی	بہن
1	5 (مابقی 5)	4	4	2
3	15			

4=2x2 مقاسمہ

میت

شوہر	دادا	بھائی
1		1
2	1	1 (2)

12=2x6 (سدس جمیع مال)

میت

دادی	بیٹی	دادا	بھائی	بھائی
1	3	1	1	1
	6	2	1 (2)	

مسئلہ مباہلہ

12 عول 13

میت

شوہر	بیٹی	دادا	ماں	بہن
3	6	2	2	x

مسئلہ اکدریہ:

6 عول 9 x 3=27

میت

شوہر	ماں	دادا	بہن
3	2	4 = 1 + 3	
9	6	12	8 4

مناسخہ کا بیان

مناسخہ "نسخ" سے ماخوذ ہے، یہ باب مفاعلۃ سے یا تو اسم فاعل ہے یا اسم مفعول۔ مناسخہ کے مختلف لغوی معانی آتے ہیں جیسے "ازالہ" "تغییر اور نقل وغیرہ۔

اور اصطلاح فرائض میں مناسخہ کہتے ہیں "انتقالُ نصیبِ بعضِ الورثۃ بموتہ قبلَ القِسمۃِ الیٰ مَن یّرِثُ مِنہ" کسی وارث کے قبل از تقسیم مرنے کی وجہ سے اس کے حصے کا اس کے ورثا کی طرف منتقل ہو جانا۔

مناسخہ کے قواعد: مناسخہ کے دو قاعدے ہیں؛

پہلا قاعدہ: مناسخہ کا پہلا قاعدہ یہ ہے کہ اگر میت ثانی کے وہی ورثا ہیں جو میت اول کے تھے، اسی طرح میت ثالث کے بھی ورثا وہی ہیں جو میت ثانی کے تھے یا میت رابع کے ورثا وہی ہیں جو میت ثالث کے تھے اسی طرح ان ورثا کے حصص میں بھی کوئی تغیر واقع نہیں ہوا ہے تو اس کے لئے پہلا قاعدہ ہے اور پہلا قاعدہ یہ ہے کہ تقسیم واحد کافی ہوگی، اس میں مناسخہ کا عمل نہیں چلے گا اور فوت شدہ کو یوں سمجھیں گے کہ گویا وہ تھا ہی نہیں۔ جیسے مندرجہ مثال میں آپ دیکھیں۔

شوہر میت

زوجہ (بیوہ) بیٹا (حامد) بیٹا (محمود) بیٹا (سالم) بیٹی (نوری فاطمہ)

پھر مال کی تقسیم سے قبل بیوہ کا انتقال ہو گیا۔

زوجہ میت

بیٹا (حامد) بیٹا (محمود) بیٹا (سالم) بیٹی (نوری فاطمہ)

پھر قبل تقسیم مال ایک بیٹے حامد کا بھی انتقال ہوگیا۔

میت

بھائی (محمود)　　بھائی (سالم)　　بہن (نوری فاطمہ)

مذکورہ مثالوں میں چونکہ ورثا میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہے اس لئے صرف موجودہ ورثا پر تقسیم ہوگی اور قبل تقسیم جن کا انتقال ہوگیا ہے ان کو معدوم مان لیا جائے گا اور صرف تقسیم واحد کافی ہوگی۔

دوسرا قاعدہ: اور اگر ورثا میں تبدیلی آئی ہو تو پھر دوسرا قاعدہ جاری ہوگا، اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہم سب سے پہلے میت اول کی تصحیح کریں گے اور ان کے حصے ان کے ورثا کو دے دیں گے۔ مسئلہ عولیہ ہو، ردیہ ہو یا جس اعتبار سے بھی ہو۔ یاد رہے کہ مسئلہ کی تصحیح بالکل درست کریں گے کیونکہ اگر مسئلہ کی تصحیح درست نہ ہوئی تو پورا مناسخہ غلط ہو جائے گا پھر میت ثانی کی تصحیح کریں گے اور اس کے ورثا کو بھی حصص دے دیں گے۔

ان دو مسئلوں کے بعد ایک تیسرا عمل ہوتا ہے جس کو جامعہ کہتے ہیں، یعنی میت ثانی کو میت اول سے جو کچھ ملا ہے (اس کو مافی الید کہتے ہیں) اس کے اور تصحیح ثانی کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی، اس میں تین نسبتیں ہوتی ہیں، تماثل، توافق، تباین، اگر تداخل کی نسبت ہو تو اس کو توافق میں تبدیل کریں گے۔ تو اس نسبت کے دیکھنے کے نتیجے میں جو تیسرا مسئلہ بنتا ہے اسی کو مسئلہ جامعہ کہتے ہیں اور وہ دونوں مسئلوں کا مخرج ہوتا ہے اور دونوں مسئلوں کے ورثا کو اسی سے حصے دئے جاتے ہیں۔ لہذا سب سے پہلے کام یہ کریں گے کہ جتنے مسائل ہیں سب کی تصحیح کرلیں گے اس کام سے فراغت کے بعد مناسخہ کا عمل جاری کریں گے، اس میں خلط ملط نہیں کریں گے اور ایک ساتھ بھی نہیں کریں گے۔

مناسخہ کا مسئلہ حل کرتے وقت مورث و وارثین کے نام ضرور لکھیں ورنہ ازدحام کی وجہ سے پورا مسئلہ مخلوط ہو جائے گا۔

عمل تصحیح

مثلاً ایک صفیہ نام کی عورت کا انتقال ہوگیا

16=4x4 4

صفیہ میت

شوہر (زید)	بیٹی (کریمہ) (بیٹی اور ماں کا مسئلہ 6 سے)	ماں (عظیمہ
1 (3 باقی من فرض احد الزوجین)	3	1
4	9	3

ابھی مال تقسیم نہیں ہوا تھا کہ شوہر زید کا بھی انتقال ہوگیا

4

زید میت

بیوہ (حلیمہ)	باپ (احمد)	ماں (رحیمہ)
1	2	1

ماں کو یہاں پر ثلث مابقی دینا ہے، یہ ان دو مسئلوں میں سے ہے کہ جن میں زوج یا زوجہ کو حصہ دینے کے بعد جو باقی بچتا ہے اس کا ثلث ماں کو دینا ہے تا کہ ماں کا حصہ باپ سے بڑھ نہ جائے۔

ابھی مال تقسیم نہیں ہوا تھا کہ کریمہ کا بھی انتقال ہوگیا۔

6

کریمہ میت

بیٹی (رقیہ)	بیٹا (حامد)	بیٹا (عبداللہ)	دادی (عظیمہ)
1	2	2	1

ابھی مال تقسیم نہیں ہو پایا تھا کہ دادی عظیمہ کا بھی انتقال ہوگیا۔

4=2x2

عظیمہ میت

شوہر (ندیم)	بھائی (جاوید)	بھائی (ریاض)
1	1	
2	1	(2) 1

عمل مناسخہ

ہم لوگوں نے تمام مسئلوں کی تصحیح کر لی اور ان کے ورثا کو حصص بھی دے دئے، اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ میت ثانی کو جو کچھ میت اول سے ملا ہے (مافی الید) اس میں اور تصحیح ثانی میں نسبت کیا ہے؟ اس میں تین نسبتیں ہوسکتی ہیں تماثل، توافق اور تباین۔ اگر مافی الید اور تصحیح ثانی میں تماثل ہو تو ضرب وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر توافق ہو تو تصحیح ثانی کے وفق کو کل تصحیح اول میں ضرب دیں گے جو حاصل ضرب ہوگا اسی کو مسئلہ جامعہ کہتے ہیں، اب مسئلہ جامعہ سے تمام ورثا کو حصے ملیں گے وہ اس طور پر کہ تصحیح ثانی سے قبل جتنے بھی وارثین ہیں ان کے سہام کو مسئلہ اول کے تصحیح کے مضروب سے ضرب دیں گے جبکہ تصحیح ثانی کے ورثا کے سہام کو مافی الید کے وفق میں ضرب دیں گے۔ اور اگر مافی الید اور تصحیح ثانی میں مباینت ہو تو کل تصحیح ثانی کو کل تصحیح اول میں ضرب دیں گے اور تصحیح ثانی سے قبل جتنے بھی وارثیں ہیں ان کے سہام کو مسئلہ اول کے تصحیح کے مضروب سے ضرب دیں گے جبکہ تصحیح ثانی کے ورثا کے سہام کو کل مافی الید میں ضرب دیں گے اس طرح مناسخہ کا عمل پورا ہو جائے گا۔ سب سے آخر میں وارثین کا حصہ ان کے نام کے ساتھ محفوظ کر لیا جائے پھر محفوظ کردہ اعداد اور اعداد تصحیح اول اگر برابر ہے تو مناسخہ درست ہے ورنہ غلط۔

نوٹ: ہر آخر والے مسئلہ کو تصحیح ثانی کہیں گے۔

128=4x32=2x16=4x4

صفیہ میت

شوہر (زید)	بیٹی (کریمہ)	(بیٹی اور ماں کا مسئلہ 6 سے)	ماں (عظیمہ)
1	3		1
4	9		3
			6

تقسیم سے پہلے شوہر کا انتقال ہوگیا جس کا نام زید ہے۔

4 بینھما ماثلۃ فاستقام مف 4

زید میت

بیوہ (حلیمہ)	باپ (احمد)	ماں (رحیمہ)
1	2	1
2	4	2
8	16	8

پھر تقسیم مال سے قبل بیٹی کریمہ کا انتقال ہوگیا۔

6 وفق 2 بینھما توافق بالثلث مف 9 وفق 3

کریمہ میت

بیٹی (رقیہ)	بیٹا (حامد)	بیٹا (عبداللہ)	دادی (عظیمہ)
1	2	2	1
3	6	6	3
12	24	24	

پھر قبل تقسیم مال دادی عظیمہ کا بھی انتقال ہوگیا۔

4=2x2

عظیمہ میت

شوہر (ندیم)	بھائی (جاوید)	بھائی (ریاض)
1		1
2	1	(2)
18	9	9

حلیمہ	احمد	رحیمہ	رقیہ	حامد	عبداللہ	ندیم	جاوید	ریاض
ألاحیا								
8	16	8	12	24	24	18	9	9

عمل مناسخہ کی توضیح

دیکھئے میت اول صفیہ ہے اس کے مسئلہ کی تصحیح 16 سے ہوئی تھی۔ تقسیم سے پہلے اس کے شوہر زید کا انتقال ہوگیا (یہاں یہ بات یاد رکھیں کہ جس کا انتقال ہو جاتا جائے گا اس کو دائرے میں بند کرتے جائیں گے) اور زید (میت ثانی) کو اپنی فوت شدہ بیوی صفیہ سے جتنا ملا ہے اس کو تصحیح ثانی میں ترکہ کی جگہ پر لکھ دیا جیسا کہ اوپر ملاحظہ کر سکتے ہیں پھر تصحیح ثانی اور مافی الید میں نسبت دیکھی تو چونکہ مسئلہ ثانی کی تصحیح بھی چار سے ہوئی تھی اور مافی الید بھی چار ہی ہے لہذا پتہ چلا کہ دونوں کے درمیان تماثل کی نسبت ہے لہذا ضرب وغیرہ کچھ نہیں کریں گے کیونکہ مسئلہ کی تصحیح چار سے ہوئی تھی اور مافی الید بھی چار ہے جو برابر برابر تقسیم ہو رہا ہے۔

پھر کریمہ کا انتقال ہوگیا، اس کا مافی الید 9 ہے اور اس کے مسئلہ کی تصحیح 6 سے ہے، جب

ان دونوں کے درمیان نسبت دیکھی تو توافق بالثلث ہے،لہذا ہم نے تصحیح 6اور مافی الید 9،ہر ایک کا وفق نکالا ۔ 6 کا وفق 2اور 9 کا وفق 3۔اب اصول کے مطابق تصحیح ثانی کے وفق کو اٹھا کر کل تصحیح اول 16 میں ضرب دیا تو حاصل ضرب 32 آیا۔اب یہ 32 مخرج جامعہ ہے۔مخرج جامعہ سے حصے دینے کا طریقہ یہ ہے کہ میت ثانی سے پہلے جتنے وارثین ہیں ان کو حصہ دینے کے لئے مضروب میں ضرب دیں گے اور میت ثانی کے وارثین کو حصہ دینے کے لئے مافی الید کے وفق میں ضرب دیں گے۔اب میت اول کے ورثامیں سے عظیمہ زندہ ہے اس کے سہام 3 کو ضرب دیں گے مضروب 2میں تو حاصل ضرب ہوگا 6۔اسی طرح زوجہ حلیمہ کے 1 سہام کو مضروب 2میں ضرب دیں گےتو حاصل ضرب ہوگا2۔ماں رحیمہ کے بھی1 سہام کو ضرب دیں گے مضروب 2میں ، حاصل ضرب 2 ہوگا۔باپ احمد کے سہام 2 کو بھی مضروب 2میں ضرب دیں گےتو حاصل ضرب4 ہوگا۔اب کریمہ کے وارثین کو حصہ دینے کے لئے مافی الید کے وفق تین میں ضرب دیں گے۔پس بیٹی رقیہ کے 1 سہام کو3 میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ہوا3 ۔بیٹا حامد کے سہام 2 کو 3 میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ہوا6۔بیٹا عبداللہ کے سہام 2 کو بھی3 میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ہوا6۔اور دادی عظیمہ کے 1 سہام کو3 میں ضرب دیا تو حاصل ضرب ہوا3۔

پھر عظیمہ کا انتقال ہوگیا،عظیمہ چونکہ مختلف حیثیتوں سے دو مرتبہ آئی ہے،مسئلہ اول میں ماں ہونے کی حیثیت سے حصہ لے رہی ہے اور کریمہ کے وارثین میں بحیثیت دادی حصہ پا رہی ہے،تو اس کے بارے میں ضابطہ یہ ہے کہ اگر کوئی وارث مناسخہ میں مختلف حیثیتوں سے دو مرتبہ یا دو سے زائد مرتبہ آیا ہو تو اس کا حصہ جمع کیا جائے گا،لہذا ہم نے عظیمہ کے حصے کو جمع کیا تو اوپر ملا تھا6اور نیچے ملا ہے 3،کل ملا کر کے 9 ہو گئے، پتہ چلا کہ عظیمہ کا مافی الید 9 ہے،اور عظیمہ کا مسئلہ 4 سے ہے۔دونوں میں نسبت دیکھی تو معلوم ہوا تباین ہے اور جب تباین ہو تو قاعدے کے مطابق کل تصحیح ثانی

کو لے کر کل تصحیح اول میں ضرب دیں گے۔لہذا 4 کو ضرب دیا 32 میں تو مجموعہ آیا 128۔128 اب یہ مسئلہ جامعہ ہے اور تمام مسئلوں کا مخرج ہے۔

اب میت اول کے ورثا میں کوئی زندہ نہیں ہے لہذا مسئلہ جامعہ سے ان کو کچھ نہیں دیا جائے گا کیونکہ میراث پانے کے لئے وارث کا زندہ ہونا شرط ہے۔میت ثانی کے ورثا میں زوجہ حلیمہ کو 2 ملے تھے،اس کو ضرب دیا 4 میں تو حاصل ضرب ہوا 8۔ماں رحیمہ کو بھی 2 ملے تھے،اس کو بھی ضرب دیا 4 میں تو حاصل ضرب آیا 8۔باپ احمد کے سہام تھے 4،اس کو بھی ضرب دیا 4 میں تو حاصل 16 ہوا۔کریمہ کے وارثین میں بیٹی رقیہ کو ملے تھے 3،اس کو ضرب دیا مضروب 4 میں تو حاصل ضرب 12 آیا۔بیٹے حامد کے سہام 6 کو مضروب 4 میں ضرب دیا تو حاصل ضرب 24 آیا۔بیٹے عبد اللہ کے سہام 6 کو بھی مضروب 4 میں ضرب دیا تو حاصل 24 ہوا۔

اب آخری والے مسئلہ میں ہر ایک کے سہام کو کل مافی الید میں ضرب دیں گے اس لئے کہ مافی الید اور تصحیح میں تباین ہے لہذا شوہر ندیم کے 2 سہام کو ضرب دیا 9 میں تو حاصل ضرب آیا 18۔بھائی جاوید کے 1 سہام کو بھی 9 میں ضرب دیا تو حاصل ضرب 9 آیا۔اسی طرح دوسرے بھائی ریاض کے بھی 1 سہام کو 9 میں ضرب دیا تو حاصل ضرب 9 آیا اب یہ مسئلہ مکمل ہوگیا۔

سب سے آخر میں وارث کا نام لکھ کر اس کا آخری حصہ اس کے نام کے نیچے لکھ دیں گے پھر سب کو جوڑ لیں گے،اگر مجموعہ اور آخری مبلغ بالکل برابر ہے تو مناسخہ درست ہے ورنہ غلط۔اب غلط ہونے کی کئی وجہیں ہوسکتی ہیں یا تو مسئلہ صحیح نہیں بنایا گیا یا تقسیم وضرب وغیرہ درست نہیں ہوا۔

ذوی الارحام کا بیان

ارحام جمع ہے "رحم" کی اور رحم اس مقام کو کہتے ہیں پیٹ میں جہاں پر بچے کی پرورش ہوتی ہے اور لغت میں صاحب قرابت کو "ذی رحم" کہتے ہیں۔

اصطلاح فرائض میں ذوی الارحام کہتے ہیں " كلُّ قريبٍ ليس بذى سهمٍ و لا عصبةٍ وهم كالعصباتِ مَن انْفردَ منهم أخذَ جميعَ المال" ذوی الارحام ہر اس رشتہ دار کو کہتے ہیں جس کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور وہ عصبہ بھی نہ ہو لیکن عصبات کی طرح اکیلے ہونے کی صورت میں جمیع مال کا مستحق قرار پائے۔(عالمگیری:۶/۴۵۸)

ذوی الارحام کے وارث ہونے کی دلیل

ذوی الارحام کے وارث ہونے کی دلیل قرآن کریم کی یہ آیت ہے "وَ أُولو الأرحامِ بعضُهم أَولىٰ ببعضٍ فى كتابِ اللهِ"(سورہ احزاب:آیت ٦) اور رشتہ والے اللہ کی کتاب میں ایک دوسرے سے زیادہ قریب ہیں (ترجمہ کنزالایمان)

اور حدیث پاک میں اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ماموں کے متعلق ارشاد فرمایا" أَلخالُ وارثُ مَن لا وارثَ لَه" (سنن ترمذی: ۲۱۰۴) جس کا کوئی شخص وارث نہیں اس کا ماموں وارث ہے۔اور یہ ظاہر ہے کہ ماموں نہ ذی فرض ہے نہ عصبہ بلکہ ذوی الارحام میں سے ہے۔

ذوی الارحام کب وارث ہوتے ہیں؟

جیسا کہ ما قبل میں یہ بات گزری کہ وارث تین قسم کے ہوتے ہیں؛ سب سے پہلے مال ذوی الفروض کو دیا جاتا ہے ان سے بچتا ہے تو عصبہ کو دیا جاتا ہے اور اگر یہ دونوں قسم کے وارث موجود نہ ہوں تو پھر ذوی الارحام وارث ہوتے ہیں۔ پھر ذوی الفروض بھی دو طرح کے ہوتے ہیں؛ نسبی اور سببی۔سببی زوجین ہیں، ان کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام وارث بن سکتے ہیں اور باقی جو ذوی الفروض نسبی ہیں ان کے

ہوتے ہوئے ذوی الارحام وارث نہیں ہو سکتے ہیں کیونکہ اگر کسی شخص کا انتقال ہوگیا، اس کے ذوی الفروض وارث ہیں تو وہ فرضًا اپنا حصہ لے لیں گے اور اگر عصبات نہیں ہیں تو ردًا لے لیں گے ہاں ذوی الفروض میں سے زوج اور زوجہ ایسے دو اشخاص ہیں کہ ان کے ہوتے ہوئے بھی باقی ماندہ مال ذوی الارحام کو ملے گا اس لئے کہ ان پر رد نہیں ہوتا۔

ذوی الارحام کے اقسام: ذوی الارحام کی چار قسمیں ہیں اور عصبات کی طرح بالترتیب وارث ہوتے ہیں۔ (اَلاَعوان الناجیہ: ص ۱۱۵)

پہلی قسم: بیٹیوں کی اولاد یعنی نواسے نواسیاں نیچے تک، اور پوتی کی اولاد خواہ بیٹی ہو یا بیٹا ان کے ہوتے ہوئے دوسری قسم وارث نہیں ہو سکتی۔

دوسری قسم: جدات فاسدات اور اجداد فواسد۔ جس کو اردو میں کہتے ہیں نانا اور نانے کی ماں۔ اگر پہلی قسم کے ذوی الارحام موجود نہیں ہیں تو پھر دوسری قسم کے ذوی الارحام وارث ہوں گے۔

تیسری قسم: بہن کی اولاد یعنی بھانجے اور بھانجیاں حقیقی ہوں یا علاتی، بھائی کی بیٹیاں یعنی بھتیجیاں، بھائی حقیقی ہو یا علاتی۔ بھائی کی بیٹیاں ذوی الارحام ہیں اور بیٹے عصبہ ہیں۔ اور اخیافی بہن بھائیوں کی مطلقا اولاد، خواہ بھائی کی اولاد ہوں یا بہن کی اولاد ہوں، سب ذوی الفروض میں شامل ہیں، خود اخیافی بہن بھائی تو ذوی الفروض ہیں لیکن ان کی اولاد ذوی الارحام میں شامل ہیں، ان میں کوئی عصبہ نہیں ہو سکتا اور بہنوں کی اولاد خواہ بھانجے ہوں یا بھانجیاں، وہ سب ذوی الارحام میں شامل ہیں۔

چوتھی قسم: پھوپھیاں، خالائیں، ماموا اور اخیافی چچے۔ چچے تین طرح کے ہوتے ہیں؛ ایک تو حقیقی، یہ عصبہ ہوتا ہے اور اس کے بیٹے بھی عصبہ ہوتے ہیں اسی طرح علاتی چچا اور اس کے بیٹے لیکن اخیافی چچا ذوی الارحام میں شامل ہے۔

اگر چوتھی قسم نہیں ہے تو پھر چوتھی قسم کی اولاد کو ملے گا یعنی پھوپھی زاد بہن، چچازاد بہن، ماموزاد بہن، خالہ زاد بہن اور اخیافی چچازاد بہن۔

اجمالی خاکہ

۱۔ نواسے نواسیاں۔ پوتیوں کی اولاد	۲۔ نانا۔ نانا کی ماں
۳۔ بھانجے اور بھانجیاں حقیقی ہوں یا علاتی۔ بھتیجیاں حقیقی ہوں یا علاتی۔ اخیافی بہن بھائیوں کی مطلقا اولاد۔	۴۔ پھوپھیاں۔ خالائیں۔ ماموں۔ اخیافی چچے۔ چچازاد۔ پھوپھی زاد۔ ماموں زاد۔ خالہ زاد۔ اخیافی چچازاد بہنیں

ذوی الارحام: صنف اول کی میراث

پہلا قاعدہ: صنف اول کے بارے میں پہلا قاعدہ یہ ہے کہ صنف اول کا اگر ایک وارث آئے گا تو سارا مال اسی کو ملے گا؛ جیسے: 1

دوسرا قاعدہ: اگر ایک سے زائد ہوں تو جو مردے سے زیادہ قریب ہوگا وہ وارث ہوگا اور باقیوں کو کچھ نہیں ملے گا۔ جیسے: 1

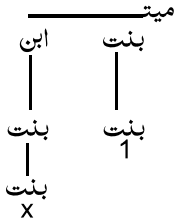

تنبیہ: یہ بات اچھی طرح ذہن نشیں کرلیں کہ یہ عربی میں نیچے سے پڑھے جاتے ہیں اور

اردو میں اوپر سے۔جو اوپر ہوتے ہیں ان کو اصول اور جو نیچے ہوتے ہیں ان کو فروع کہتے ہیں۔

تیسرا قاعدہ: اگر قرب درجات میں تو برابر ہوں لیکن ان میں بعض وارث کی اولاد ہوں اور بعض ذوی الارحام کی اولاد ہوں تو اولادِ وارث مقدم ہوں گے۔جیسے:

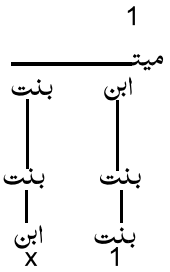

چوتھا قاعدہ: اگر قرب درجات میں برابر ہوں اور ان میں کوئی وارث کی اولاد نہ ہو یا سبھی وارث کی اولاد ہوں۔

اس صورت میں امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے درمیان اختلاف ہے ان کے وارث ہونے میں۔امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم فروع کو دیکھیں گے، اصول کی طرف نہیں دیکھیں گے کہ ان کی صفت ذکورت و انوثت میں متفق ہے یا مختلف، فروع کے ابدان کا اعتبار ہوگا اور ان پر مال للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق تقسیم ہوگا۔اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اصول کی صفت اگر ذکورت و انوثت میں متفق ہے تو ہم بھی یہ کہتے ہیں کہ فروع پر تقسیم کیا جائے گا لیکن جہاں جس بطن میں اصول کی صفت میں اختلاف ہے ذکورت و انوثت میں تو وہیں سب سے پہلے للذکر مثل حظ الانثیین مال کو تقسیم کریں گے پھر اصول کی میراث فروع کی طرف منتقل کریں گے۔

یہ مثال امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک متفق علیہ ہے۔اس لئے کہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اصول کا اعتبار نہیں کرتے ہیں بلکہ صرف فروع کا اعتبار کرتے ہیں، لہذا ایک نواسہ ہے اور ایک نواسی ہے تو مال کو للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کرلیں گے۔امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی اسی طرح ہے کیونکہ اصول کی صفت میں اتفاق ہے۔

3

میت

بطن اول:	بنت	بنت
بطن ثانی:	ابن	بنت
بطن ثالث:	بنت	ابن

مذکورہ مثال میں صاحبین کا اختلاف ہے۔امام ابو یوسف چونکہ اصول کو نہیں دیکھتے، فروع کو دیکھتے ہیں لہذا مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا، مسئلہ تین سے بنے گا ایک بیٹی کو اور دو بیٹے کو ملے گا۔لیکن امام محمد فرماتے ہیں کہ یہاں اختلاف ہے بطن ثانی میں لہذا سب سے پہلے مال کو بطن ثانی پر تقسیم کیا جائے گا للذکر مثل حظ الانثیین کے مطابق پھر وہی محصلہ مال ان کے فروع کی طرف منتقل کردیں گے لہذا آپ کے مطابق بیٹی کو دو ملے گا کیونکہ وہ اپنے باپ کا مال لے گی اور بیٹے کو اپنی ماں کا حاصل شدہ مال ایک ملے گا۔

پانچواں قاعدہ: اگر اولاد بنات بھی بطون مختلفہ ہوں، تو جس بطن میں اختلاف ہے ذکورت و انوثت میں تو سب سے پہلے وہاں للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کرلیں گے، پھر ایک کام اور کرنا ہوگا وہ یہ کہ ذکور کو ایک الگ طائفہ بنائیں گے، اناث کو ایک الگ طائفہ بنائیں گے پھر طائفۂ ذکور کو جتنا ملا ہے وہ ان کے فروع پر تقسیم کریں

گے اور طائفۂ اناث کو جتنا ملا ہے وہ ان کے فروع پر تقسیم کریں گے، برابر تقسیم ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ کسر ختم کریں گے۔

18=3x6

میت

بطن اول:	بنت		بنت		بنت		بنت	
	|		|		|		|
بطن ثانی:	ابن	4	ابن		بنت	2	بنت	
	2 |		2 |		1 |		1 |
بطن ثالث:	ابن		بنت		ابن		ابن	
	8		4		3		3	

مسئلہ بالا کے بطن ثانی میں اختلاف ہے۔ دو لڑکے ہیں اور دو لڑکیاں ہیں، جن کے رؤس اعتباریہ چھ ہوئے، لہذا چھ سے مسئلہ بنا۔ طائفہ ذکور کو چار ملا اور طافہ اناث کو دو ملا۔ اب طائفہ اناث کے نیچے دو لڑکے ہیں تو دو ان پر برابر تقسیم ہو سکتا ہے لیکن طائفہ ذکور کے نیچے ایک لڑکا ہے اور ایک لڑکی ہے، ان کے رؤس اعتباریہ تین ہیں، اب چار تین پر برابر تقسیم نہیں ہو سکتا اور دونوں میں تباین ہے لہذا مکمل رؤس اعتباریہ تین کو مضروب بنا کر چھ میں ضرب دیا تو تصحیح ہوگئی 18 سے۔ پھر طائفہ ذکور کے مجموع سہام 4 کو مضروب 3 میں ضرب دیا تو حاصل ضرب 12 آیا جو طائفۂ ذکور پر بلا کسر تقسیم ہو جائے گا بایں طور کہ بیٹے کو 8 اور بیٹی کو 4 ملے گا۔ اور طائفہ اناث کو چونکہ اصل مسئلہ سے 2 ملے تھے، ان کو 3 میں ضرب دیا تو حاصل ضرب 6 آیا جو دونوں بیٹیوں پر تین تین برابر تقسیم ہو جائے گا۔

صاحب سراجی نے اس قاعدے کے لئے جو مثال پیش کی ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہو گیا اور اس کی چھٹی پشت میں ذوی الارحام باقی ہے، وہ مسئلہ تین سے بنتا ہے اور ساٹھ سے تصحیح ہوتی ہے۔ اس مثال کو ترک کیا دو وجہوں سے۔ ایک تو یہ کہ وہ زمینی حقائق سے بہت بعید ہے۔ علماء کرام نے لکھا ہے کہ ایک شخص کا انتقال ہو جائے اور

چھٹی پشت میں ذوی الارحام رہ جائے ، اس کے لئے کم از کم دوصدیاں درکار ہیں جو کہ اس زمانے میں ناممکن معلوم ہوتا ہے۔

دوسری وجہ یہ کہ مسئلہ اور قاعدہ سمجھنا اور سمجھانا مقصود ہے اور وہ چھوٹی مثالوں سے اچھی طرح سمجھ میں آجاتا ہے بنسبت بڑی مثالوں کے۔ مذکورہ مثال کو سمجھنے کے بعد آپ اس مثال میں غور فرمائیں گے تو وہ بھی آپ کو با آسانی سمجھ میں آجائے گی ان شاء اللہ۔

چھٹا قاعدہ: ''یتعدّدُ الاصلُ بتعدُدِ الفرع''، یعنی جس اصل کی فرع متعدد ہو اس کی اصل بھی متعدد شمار کی جائے گی۔ صفت، اصل کی معتبر ہوگی اور عدد، فرع کی۔ یعنی اگر وہ لڑکا ہوگا تو وہ ڈبل ہو جائے گا اور اس کے رؤس اعتبار یہ چار بنیں گے اور لڑکی ہوگی تو وہ دو ہو جائے گی۔

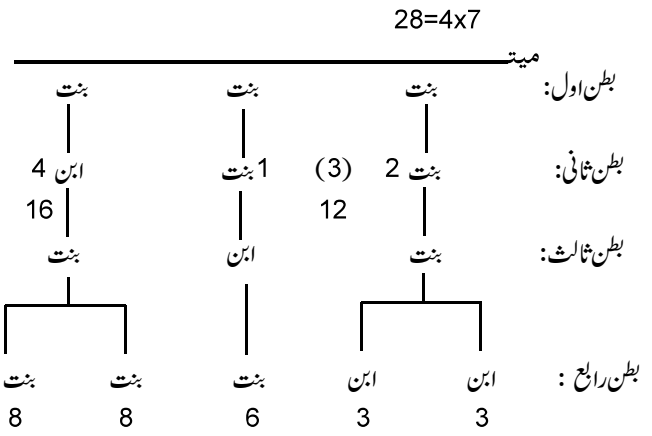

مسئلہ 7 سے بنے گا اور 28 سے تصحیح ہوگی۔ طوالت کے پیش نظر حل کردہ مثال کی وضاحت بیان نہیں کی جارہی ہے۔

ساتواں قاعدہ: اعتبار جہات یعنی اگر ایک وارث ذو جہتین ہے تو وہ دو جہتوں سے حصہ پائے گا۔ یہاں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اعتبار الجهات فی التوریث کی امام

ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو ضرورت ہے، امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پہلے اصول پر تقسیم کرتے ہیں اور فرق تعدد کا لحاظ بھی وہاں کرتے ہیں، تو ان کے یہاں خود بخود دو یا مختلف جہتوں سے مل جاتا ہے البتہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو اس کی ضرورت ہے کیونکہ وہ فروع پر تقسیم کرتے ہیں۔

3 اعتبار الجهات فی التوریث

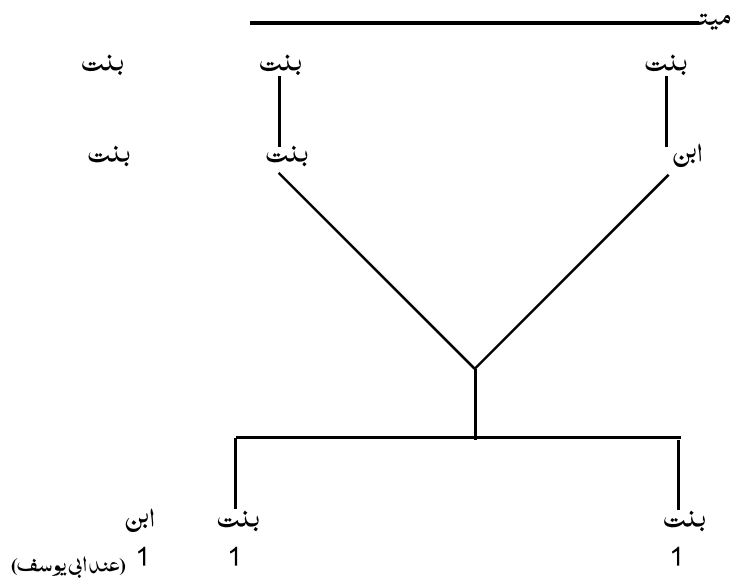

مذکورہ بالا مسئلہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک 3 سے ہوگا۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو لڑکی ہے وہ ذو جہتین ہے، اس کا جو باپ ہے وہ مردے کا نواسہ ہے اور اس کی جو ماں ہے وہ مردے کی نواسی ہے، لہذا ایک لڑکی دو لڑکوں کے برابر ہوگئی، گویا کہ مردے نے چار لڑکیاں اور ایک لڑکا چھوڑا، یہ دو لڑکیاں ایک لڑکے کے برابر ہیں لہذا سب کو ایک ایک مل جائے گا۔

امام محمد فرماتے ہیں ایسا نہیں ہوگا بلکہ جس بطن میں اختلاف ہے پہلے وہاں تقسیم کریں گے۔ لہذا مذکورہ اصولوں کے مطابق مسئلہ 7 سے ہوگا اور 28 سے تصحیح ہوگی۔ تو غور فرمائیں۔

ذوی الارحام صنف ثانی کی میراث

صنف ثانی سے مراد اجداد فواسد اور جدات فاسدات ہیں ؛ جیسے نانا، دادی کا باپ، نانی کی ماں اور دادی کے باپ کی ماں۔

پہلا قاعدہ: ذوی الارحام میں سے صنف اول کا اگر کوئی وارث موجود ہوگا تو صنف ثانی کا وارث ساقط ہوگا۔

عظیمہ میت

زوج	بنت	الأم
نصف	بنت	أب
1	1	x

دوسرا قاعدہ: اگر صنف ثانی کا صرف ایک ہی وارث ہوگا تو کل مال کا مستحق ہوگا۔

میت

ألام
أب
1

تیسرا قاعدہ: اگر صنف ثانی کے وارثین متعدد ہیں تو جو اقرب ہوگا اس کو ملے گا۔

"اولھم بالمیراث أقربھم الی المیت"

1

میت

ألام

أم	أب	(نانا)
أب (نانی کا باپ)	1	
x		

چوتھا قاعدہ: اگر درجہ قرابت میں برابر ہیں لیکن بعض وارث کے ذریعہ منسوب ہیں اور بعض ذوی الارحام کے ذریعہ تو جو وارث کے ذریعہ منسوب ہیں وہ زیادہ حقدار ہیں۔

1

میت

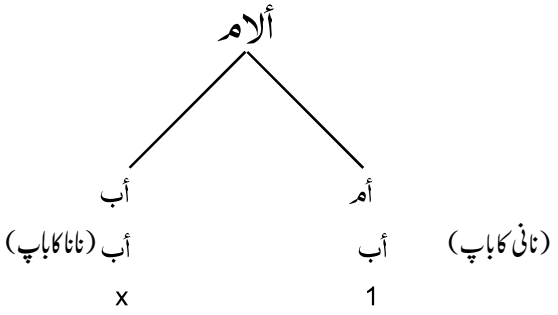

پانچواں قاعدہ: اگر درجۂ قرب میں سب برابر ہوں یعنی سب وارث کے ذریعہ منسوب ہوں یا سب ذوی الارحام کے ذریعہ، تو پھر ان کی دو حالتیں ہیں؛ پہلی حالت یہ کہ جہت قرابت ان کی متحد ہوگی یا مختلف، اگر جہت قرابت متحد ہو تو پھر اس کی دو صورتیں ہیں، اصول کی صفت متفق ہوگی یا مختلف، اگر اصول کی صفت متفق ہے تو تقسیم علی الابدان ہوگی اور اگر اصول کی صفت مختلف ہے تو پھر جس بطن میں اختلاف ہے، پہلے وہاں تقسیم ہوگی پھر ان کی میراث آگے منتقل کی جائے گی۔

3 صفت اتحاد کی مثال (تقسیم علی الابدان)

میت

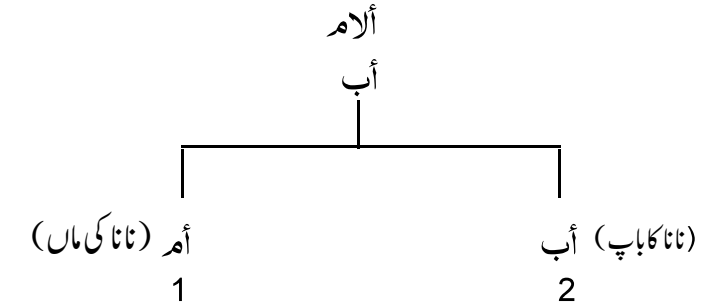

صفت اختلاف کی مثال

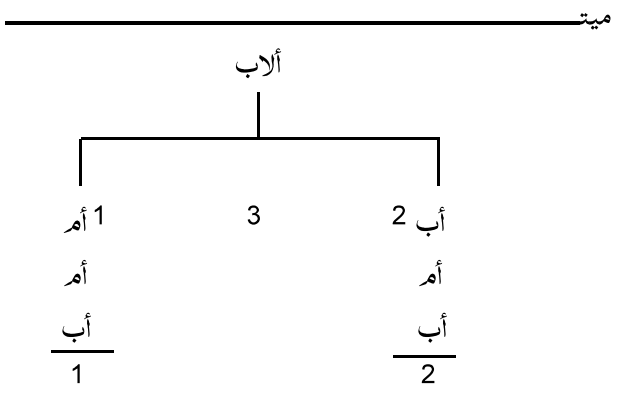

اور اگر جہت قرابت میں اختلاف ہو، بعضے جہت اَب کی وجہ سے منسوب ہوں اور بعضے جہت اُم کی وجہ سے تو ایسی صورت میں ثلثان قرابت اَب والوں کو ملے گا جو کہ باپ کا حصہ ہے اور ثلث قرابت اُم والوں کو ملے گا جو کہ ماں کا حصہ ہے۔

(تقسیم باعتبار قرابة الجهات) 3

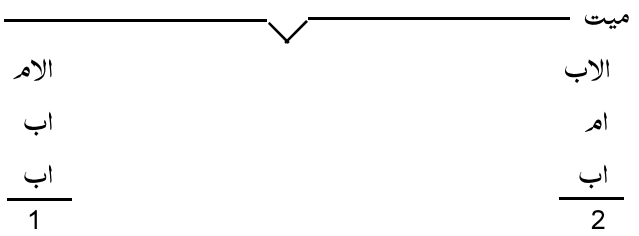

ذوی الارحام: صنف ثالث کی میراث

تیسری قسم میں تین طرح کے لوگ آتے ہیں (۱) مطلقا بہنوں کی اولاد خواہ بہن حقیقی ہو، علاتی ہو یا اخیافی۔ (۲) حقیقی اور علاتی بھائیوں کی بیٹیاں یعنی بھتیجیاں۔ (۳) اخیافی بہن بھائیوں کی مطلقا اولاد۔

پہلا قاعدہ: اگر صنف ثانی کا کوئی وارث موجود ہوگا تو صنف ثالث کو کچھ نہیں ملے گا۔

2

عظیمہ میت

زوج	ألام	ألأخت
	أب	بنت
نصف	1	x

دوسرا قاعدہ: اگر صنف ثالث کا کوئی ایک فرد آئے گا تو کل مال کا مستحق ہوگا اس لئے کہ مقابل میں کوئی موجود نہیں ہے۔

1

میت

ألاخت

ابن

1

تیسرا قاعدہ: اگر ایک سے زیادہ ہیں تو پھر میت سے جو زیادہ قریب ہے وہ وارث ہوگا۔

1

میت

ألاخت	لأخ
بنت	بنت
1	ابن
	x

چوتھا قاعدہ: اگر سب قرب درجات میں برابر ہیں بعض عصبات کی اولاد ہیں اور بعض ذوی الارحام کی تو عصبات کی اولاد مقدم ہوگی۔

1
میت

ألاخ	ألأخت
ابن	بنت
بنت	ابن
1	x

پانچواں قاعدہ: اگر بہن بھائی دونوں اخیافی ہوں اور ایک جگہ اخیافی بھائی کی پوتی ہے اور ایک جگہ اخیافی بہن کا نواسہ ہے۔ تو اس صورت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مال للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم کیا جائے گا، اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نہیں بلکہ جو برابری کا اصول ان کے اصل کے اندر ہے یعنی اخیافی بہن بھائیوں پر مال برابر تقسیم کیا جاتا ہے؛ جیسا کہ صاحب سراجی اخیافی بہن بھائیوں کے بارے میں فرماتے ہیں" ذکورھم و اناثھم فی القسمۃ والاستحقاق سواءٌ" چنانچہ ان کی اولاد میں بھی یہی اصول چلے گا اور کل مال کے دو حصے کئے جائیں گے، ایک حصہ اخیافی بھائی کی پوتی کو ملے گا اور ایک حصہ اخیافی بہن کے نواسے کو ملے گا۔

3 (عندابی یوسف)
میت

ألاخ لأم	ألأخت لأم
ابن	بنت
بنت	ابن
1	2

(عند محمد رحمۃ اللہ علیہ)

میت	2
ألاخ لأم	ألأخت لأم
ابن	بنت
بنت	ابن
1	1

چھٹا قاعدہ: اگر درجۂ قرابت میں برابر ہوں، ان میں کوئی اولادِ عصبہ نہ ہو یا سارے اولاد عصبہ ہوں یا سارے اولاد ذوی الارحام ہوں۔ تو اس صورت میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مال کو پہلے اصول پر تقسیم کیا جائے گا اور اگر کسی اصل کی فرع میں تعدد ہے تو فرع کے عدد کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔

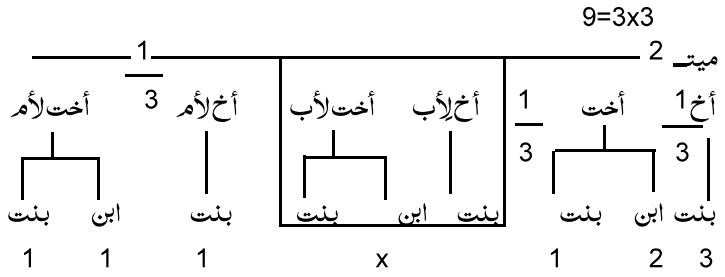

ان تین طرح کے بہن بھائیوں میں اخیافی بہن بھائی چونکہ ذی فرض ہیں اور ان کا حصہ ثلث ہے لہذا ثلث کے مخرج 3 سے مسئلہ بنایا جائے گا جس میں ایک ثلث اخیافی بہن بھائیوں کو ملے گا جو نیچے ان کی اولاد پر تین حصے بنا کر تقسیم ہوں گے۔ دو ثلث جو باقی بچے ان کو حقیقی بھائی اور حقیقی بہن پر ایک ایک برابر تقسیم کیا جائے گا۔ یہاں بہن کو بھائی کے برابر اس لئے ملے گا کہ بہن کی فرع میں تعدد ہے لہذا اصل میں تعدد کا لحاظ کیا جائے گا۔ رہی بات علاتی بہن بھائیوں کی تو یہ حقیقی بہن بھائیوں کی وجہ سے ساقط ہوں گے اور جب یہ خود ساقط ہوں گے تو ان کی اولاد بھی ساقط ہوگی۔ بہرحال مسئلہ تین سے بنے گا اور 9 سے تصحیح ہوگی۔

ساتواں قاعدہ: اگرکوئی شخص مختلف بھتیجوں کی بیٹیاں چھوڑ جائے یعنی حقیقی بھتیجوں کی بیٹی ،علاتی بھتیجوں کی بیٹی ،اخیافی بھتیجوں کی بیٹی ۔تو اس صورت میں سارا مال ایک حصہ بن کر حقیقی بھتیجے کی بیٹی کو ملے گا، کیونکہ حقیقی بھتیجے کی بیٹی قوت قرابت میں سب سے اولیٰ ہے۔

1

میت

ألاخ	أخ لأب	أخ لأم
ابن	ابن	ابن
بنت	بنت	بنت
1	x	x

ذوی الارحام: صنف رابع کی میراث

صنف رابع کے تحت چار قسم کے لوگ آتے ہیں ؛ اخیافی چچے ، پھوپھیاں مطلقا، ماموا ور خالائیں مطلقا۔

پہلا قاعدہ: اگر صنف ثالث کا کوئی ایک فرد موجود ہوگا تو صنف رابع وارث نہ ہوگی۔

1

میت

ألاخت	عمة
بنت	x
1	

دوسرا قاعدہ: اگر صنف رابع کا کوئی ایک فرد آئے گا تو کل مال کا مستحق ہوگا اس لئے کہ مقابلے میں کوئی موجود نہیں ہے۔

1

میت

عم لأم

1

تیسرا قاعدہ: اگر ایک سے زائد ہوں تو پھر اس کی دوصورتیں ہیں، جہت قرابت یا تو ایک ہوگی یا مختلف ہوگی۔ جہت قرابت اگر ایک ہے یعنی صرف ماں کی طرف سے ہے یا باپ کی طرف سے ہے، سب اخیافی چچے ہیں، یا پھوپھیاں ہیں یا خالائیں ہیں یا ماموں ہیں، تو اس کی بھی دوصورتیں ہیں؛ اول یہ کہ قوت قرابت متحد ہے یا مختلف ہے، اگر قوت قرابت مختلف ہے تو ایسی صورت میں جس کی قرابت قوی ہے اس کو مقدم کیا جائے گا۔

1
میت

عمۃ لأبوین	عمۃ لأب	عمۃ لأم	عم لأم
1	x	x	x

چوتھا قاعدہ: اگر قوت قرابت متحد ہے تو پھر اس کی بھی دوصورتیں ہیں؛ ایک جنس ہوں گے یا مختلف جنس۔ اگر ایک جنس ہیں تو برابر تقسیم ہوگا اور اگر مختلف جنس ہیں تو للذکر مثل حظ الانثیین تقسیم ہوگا۔

2
میت

عمۃ لأبوین	عمۃ لأبوین
1	1

3
میت

عم لأم	عمۃ لأم
2	1

پانچواں قاعدہ: اگر جہت قرابت مختلف ہے، کچھ ماں کی طرف سے ہے کچھ باپ کی طرف سے ہے، تو ایسی صورت میں جہت قرابت کا اعتبار ہوگا۔ یعنی قرابت اَب والوں کو دو ثلث ملیں گے تین میں سے اور قرابت اَم والوں کو ایک ثلث ملے گا جو کہ

ماں کا حصہ ہے جس طرح کہ ماں باپ رہ جاتے ہیں تو باپ کو ثلثان اور ماں کو ثلث ملتا ہے۔

3

میت

عم لأبوين	خالة لأم
2	1

اور اگر ان میں تعدد ہے، قرابت اَب والے بھی متعدد ہیں اور قرابت اَم والے بھی متعدد ہیں تو ایسی صورت میں سابقہ اصول کے اعتبار سے قوت قرابت کا بھی اعتبار ہوگا؛ جیسے درج ذیل مثال میں۔

3

میت

عمة لأبوين	عمة لأب	عمة لأم	خالة لأبوين	خالة لأب	خالة لأم
2	x	x	1	x	x

ذوی الارحام: صنف رابع کی اولاد کی میراث

چوتھی صنف کی اولاد میں چچا زاد، پھوپھی زاد، ماموزاد، خالہ زاد، اور اخیافی چچازاد بہنیں شامل ہیں۔

پہلا قاعدہ: جو میت کے زیادہ قریب ہوگا وہ میراث کا زیادہ حقدار ہوگا۔ یہ قرب خواہ باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف سے ہو۔ جیسے پھوپھی کی بیٹی اور اس کا بیٹا، پھوپھی کی نواسی اور نواسے سے مقدم ہوگا، یونہی خالہ کی بیٹی اور خالہ کا بیٹا، خالہ کے نواسے اور نواسی پر مقدم ہوں گے۔

دوسرا قاعدہ: اگر میت کی طرف قرب میں برابر ہوں اور سب کا حیز قرابت بھی ایک ہو یعنی سب کے سب میت کے باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں یا تمام میت کی ماں کی طرف سے رشتہ دار ہوں تو جس میں قوت قرابت زیادہ ہوگی وہ بالاجماع دوسروں پر مقدم ہوگا۔ جیسے: حقیقی، علاتیوں اور اخیافیوں پر مقدم ہوگا۔

تیسرا قاعدہ: اگر تمام درجۂ قرب میں برابر ہوں، سب کی قوت قرابت بھی ایک ہو، سب کا حیز قرابت بھی ایک ہو تو ایسی صورت میں عصبہ کی اولاد غیر عصبہ کی اولاد سے مقدم ہوگی۔ جیسا کہ کسی نے حقیقی چچا کی بیٹی اور عینی پھوپھی کا بیٹا یا علاتی پھوپھی کا بیٹا چھوڑے ہوں تو تمام مال چچا کی بیٹی کے لئے ہوگا کیونکہ وہ عصبہ کی اولاد ہے۔

چوتھا قاعدہ: اگر سب قرب درجہ میں تو برابر ہوں لیکن ان کا حیز قرابت مختلف ہو یعنی ان میں سے بعض باپ کی طرف سے رشتہ دار ہوں اور بعض ماں کی طرف سے تو ظاہر الروایہ کے مطابق ان کی قوت قرابت اور ولد عصبہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس لئے حقیقی پھوپھی کی اولاد، حقیقی ماموں اور حقیقی خالہ کی اولاد سے مقدم نہیں ہوگی۔ اسی طرح حقیقی چچا کی بیٹی، حقیقی ماموں یا خالہ کی بیٹی سے مقدم نہیں ہوگی۔ کیونکہ چچا کی بیٹی کے لئے ولد عصبہ ہونے کا کوئی اعتبار نہیں جیسا کہ حقیقی پھوپھی، حقیقی خالہ سے مقدم نہیں ہے باوجود یکہ حقیقی پھوپھی دو قرابتوں والی ہے اور دو جہت سے وارث کی اولاد ہے، ماں کی طرف سے بھی اور باپ کی طرف سے بھی، اس کا باپ جد صحیح اور عصبہ ہے اور ماں جدۂ صحیحہ اور ذی فرض ہے۔ لہذا جب قوت قرابت کا کوئی اعتبار نہیں تو جو باپ کی قرابت سے رشتہ دار ہوگا اس کے لئے دو تہائی اور جو ماں کی قرابت سے رشتہ دار ہوگا اس کو ایک تہائی ملے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

خنثیٰ مشکل کی میراث کا بیان

خنثیٰ ایسے شخص کو کہتے ہیں جس کے اندر مرد وعورت دونوں کی علامتیں ہوں یا دونوں ہی نہ ہوں۔(درمختار:۶/۷۲۷) پھر اگر مرد ہونا راجح ہو جائے تو اسے خنثیٰ مذکر کہا جائے گا اور اسے مرد ہونے کے اعتبار سے وراثت ملے گی اور اگر عورت ہونا راجح ہو جائے تو اسے خنثیٰ مؤنث کہا جائے گا اور اسے عورت ہونے کے اعتبار سے وراثت ملے گی۔(عالمگیری:۶/۴۵۷)۔اور اگر کوئی پہلو واضح اور راجح نہ ہو تو اسے ''خنثیٰ مشکل'' کہتے ہیں۔

خنثیٰ مشکل یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں مرد ہوں مجھے مردوں والی میراث ملنی چاہئے اور دیگر وارثین کہتے ہیں کہ تم عورت ہو تمہیں عورتوں والی میراث ملے گی تو ایسی صورت کا حل یہ ہے کہ دو مسئلے بنائے جائیں گے۔اس کو مرد فرض کر کے الگ مسئلہ بنایا جائے گا اور عورت فرض کر کے الگ مسئلہ بنایا جائے گا، پھر دونوں مسئلوں کے مخرج کو متحد کر کے اس کو حصے دئے جائیں گے۔جس صورت میں اس کو کم ملتا ہے یا جس صورت میں وہ محجوب ہوتا ہے وہ اس کے لئے متعین ہے،(أقل النصيب و أسوؤ الحالين) امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے۔درج ذیل مثال میں آپ ملاحظہ فرمائیں۔

5
میت

بیٹا	بیٹی	خنثیٰ (مذکر)
2	1	2

4
میت

بیٹا	بیٹی	خنثیٰ (مؤنث)
2	1	1

اب مذکورہ مسئلوں میں ہمیں یہ کیسے پتہ چلے کہ خنثی کو 5 میں سے 2 ملا وہ کم ہے یا 4 سے 1 مل رہا ہے وہ کم ہے؟ تو اس کو جاننے کے لئے ضروری ہے کہ مخرج کو متحد کیا جائے اور مخرج کو متحد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں مسئلوں/صحیحوں میں نسبت دیکھیں یعنی 4 اور 5 میں۔ اگر تباین ہے جیسا کہ 4 اور 5 میں تباین ہے، تو ایک کل کو لے کر دوسرے کل میں ضرب دیں گے اور اگر توافق ہو تو توافق والا عمل کریں گے تو مخرج متحد ہو جائے گا۔

مذکورہ صورت میں نیچے سے 4 لے کر 5 میں ضرب دیں گے تو حاصل ضرب 20 ہوگا، اور اوپر سے 5 لے کر نیچے 4 میں ضرب دیں گے تو بھی حاصل ضرب 20 ہوگا۔ اب مخرج متحد ہو گیا دونوں مسئلوں کا، اب اس سے حصے دیں گے تو پتہ چل جائے گا۔

20=4x5

میت

بیٹا	بیٹی	خنثی (مذکر)
2	1	2
8	4	8

20=5x4

میت

بیٹا	بیٹی	خنثی (مؤنث)
2	1	1
10	5	5

اب ہم کو پتہ چل گیا کہ مسئلہ ذکورت میں 20 سے خنثیٰ کو 8 ملتے ہیں اور انوثت میں 20 سے 5 ملتے ہیں اور 5 کم ہے۔لہذا یہ لڑکی فرض کی جائے گی کیونکہ اس صورت میں اس کا اقل ہونا یقینی ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

صاحب سراجی علیہ الرحمہ نے حضرت امام شعبی رضی اللہ عنہ کے قول کو نقل فرمایا ہے اور وہی حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بھی قول ہے،لیکن اس میں چونکہ متضاد صفتوں کو جمع کیا گیا ہے کہ آدھا حصہ اس کو مذکر کا ملے گا اور آدھا حصہ مؤنث کا ملے گا علیٰ سبیل المنازعۃ، اس لئے اس قول کو رد کیا گیا ہے اور جب یہ قول مردود ہے تو حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ قول کے مطابق اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق اس کی تخریج کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے اس لئے اسے ترک کر دیا۔

نوٹ: خنثیٰ مشکل نہ زوج، نہ زوجہ، نہ اَب اور نہ ہی اُم ہوسکتا ہے۔اس لئے کہ اگر ان میں سے کوئی ہوگا تو پھر وہ خنثیٰ مشکل نہیں رہ جائے گا۔

اگر طب جدید کی ترقی کی وجہ سے آپریشن یا کسی اور طریقے سے خنثیٰ مشکل کا مسئلہ ایک طرف کیا جا سکتا ہے تو پھر مذکورہ مسائل بنانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

وارث ہونے والے حمل کی میراث

حمل کے لغوی معنی 'اٹھانے' کے آتے ہیں اور اصطلاح میں عورت کی بچہ دانی میں جو بچہ موجود ہوتا ہے اس کو حمل کہتے ہیں۔

اس کے وارث ہونے کے سلسلے میں مسئلہ یہ ہے کہ وہ یا تو قریب الولادت ہوگا یا بعید الولادت۔ اگر وہ قریب الولادت ہے تو سب وارثین اس بات پر رضامند ہو جائیں کہ اس کی پیدائش تک ترکہ کی تقسیم ملتوی کی جائے اور یہ سب سے بہتر طریقہ ہے اس لئے کہ پھر مسئلے کو حتمی شکل دی جاسکے گی اور یہ بات واضح ہو جائے گی کہ وہ حمل لڑکا پیدا ہوا یا لڑکی، مردہ پیدا ہوا یا زندہ، ایک پیدا ہوا یا متعدد۔ ظاہر ہے کہ ہر صورت میں خود اس حمل اور دیگر ورثا کے حصے میں فرق پڑتا ہے۔ لہذا اولیٰ تو یہی ہے کہ وضع حمل تک انتظار کیا جائے تاکہ ولادت کے بعد جو صورت حال سامنے آئے اسی کے مطابق ترکہ کی تقسیم کی جاسکے۔ لیکن اگر وہ بعید الولادت ہے اور تقسیم نہ کرنے میں ورثا کو ضرر ہے اور وہ تقسیم ہی چاہتے ہیں تو اسی صورت کا مسئلہ یہاں ذکر کیا جارہا ہے۔

حمل کے وارث ہونے کی شرطیں

حمل کے وارث ہونے کی دو شرطیں ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ وہ مورث کی وفات کے وقت ماں کے پیٹ میں موجود ہو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ وہ زندہ پیدا ہو۔

پہلی شرط کہ مورث کی موت کے وقت وہ ماں کے پیٹ میں ہو، اس کا پتہ چلے گا اقل مدتِ حمل اور اکثر مدتِ حمل کے جاننے سے۔

تو اقل مدت حمل چھ مہینے ہے اور اکثر مدت احناف کے یہاں دو سال اور ائمہ ثلاثہ کے یہاں چار سال ہے (الشریفیہ مع الہامش: ۱۳۰) لیکن طبی ماہرین کے نزدیک اکثر مدت ایک سال ہے یعنی ۳۶۵ دن، اس لئے کہ بچہ کا ماں کے پیٹ میں اس سے زیادہ رہنا نادر اور بعید الوقوع ہے۔

دوسری شرط یہ کہ وہ زندہ پیدا ہوتو اس بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر پیدا ہوتے ہوتے مرجائے تو اگر بدن کا اکثر حصہ باہر آیا ہو پھر انتقال کیا ہوتو اس کو زندہ شمار کیا جائے گا۔ ہر ایسی حرکت جو اس کی زندگی پر دلالت کرے تو اس کی وجہ سے اس کو زندہ شمار کیا جائے گا مثلاً وہ چھینک مارے یا چیخے اور چلائے۔ اگر اس میں اختلاف ہو جائے تو پھر اس بارے میں جو ماہر ہیں ان سے مدد حاصل کی جائے۔

احوال حمل: کل احوال حمل پانچ ہیں:

پہلی حالت یہ ہے کہ حمل کسی صورت وارث نہ ہوسکتا ہو خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔

دوسری حالت یہ ہے کہ وہ ایک تقدیر پر تو وارث ہوسکتا ہو، دوسری تقدیر پر نہ ہوسکتا ہو یعنی لڑکا ہو تو ہوسکتا ہو اور لڑکی ہو تو نہ ہوسکتی ہو یا اس کے برعکس۔

تیسری حالت یہ ہے کہ وہ ہر تقدیر پر وارث ہوتا ہو البتہ لڑکا ہو تو حصہ کچھ اور ہے اور لڑکی ہو تو کچھ اور ہے۔

چوتھی حالت یہ ہے کہ کسی تقدیر پر اس کے حصے میں فرق نہ آتا ہو۔ لڑکا ہو تب بھی اس کا حصہ اتنا ہی اور لڑکی ہو تب بھی اتنا ہی۔

پانچویں حالت یہ ہے کہ اس کے ساتھ کوئی وارث ہی نہ ہو یا ہو لیکن اس کے ساتھ محجوب ہو۔ یہ کل پانچ حالتیں ہیں نہ اس سے کم ہوسکتی ہیں نہ زیادہ۔

حمل کے مسئلہ کی تصحیح کا طریقہ

سب سے پہلے یہ جان لیں کہ حمل کے لئے ایک لڑکا اور ایک لڑکی کا حصہ موقوف رکھا جائے گا کیونکہ اکثر و اغلب ایک لڑکا یا ایک لڑکی ہی پیدا ہوتی ہے۔ تعدد شاذ و نادر ہے۔

خنثیٰ مشکل کی طرح حمل کے لئے بھی دو الگ الگ مسئلے بنائے جائیں گے۔

لڑکا فرض کر کے ایک الگ مسئلہ بنایا جائے گا اور لڑکی فرض کر کے ایک الگ مسئلہ بنایا جائے گا ہاں فرق یہ ہے کہ خنثیٰ مشکل کے لئے أسوء الحالین تھا لیکن حمل کے لئے أحسن الحالین ہے۔ پھر دونوں مخرجوں کے اتحاد کے لئے دونوں میں نسبت دیکھی جائے گی اگر توافق ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں اور اگر تباین ہو تو ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دیں گے پھر جو کم حصہ ہے اس کو ورثا کو دے دیا جائے گا اور جو زیادہ ہے اس کو حمل کے لئے موقوف رکھا جائے گا۔ پھر جب حمل پیدا ہوا، اگر وہ کل مال کا مستحق ٹھہرا تو وہ کل مال لے لے گا اور بعض کا مستحق ہوا تو وہ بعض لے لے گا اور باقی ورثا کے موقوف حصے ورثا کو لوٹا دئے جائیں گے۔ اور اگر حمل مردہ پیدا ہوا تو اس صورت میں بھی ورثا کے جو حصے موقوف کئے گئے تھے وہ انہیں واپس کر دئے جائیں گے۔

(مفقود) گمشدہ شخص کی میراث کا بیان

"اسمٌ لشخصٍ غائبٍ عن بلدہ ولا یُعرَف خبرُہ أنہ حیٌّ أم میتٌ"
(المواریث: ص ۲۰۵)

مفقود اس شخص کو کہا جاتا ہے جو اپنی جگہ سے غائب ہوگیا ہو اور اس کی موت و حیات کا کچھ پتہ نہ ہو۔ ایسے شخص کے متعلق دو مسائل سامنے آتے ہیں؛ ایک اس کے مال کا، ایک اس کی بیوی کا اگر وہ شادی شدہ ہے۔

مال کے بارے میں حکم یہ ہے کہ مفقود اپنے مال کے حق میں زندہ اور دوسروں کے مال کے سلسلہ میں مردہ شمار کیا جاتا ہے اور دوسروں کے مال سے یہ وراثت نہیں پاتا ۔مسئلہ کی تصحیح کا طریقہ یہ ہے کہ دو مسئلے بنائے جائیں گے؛ ایک مسئلہ مفقود کو زندہ تصور کر کے اور ایک مفقود کو مردہ تصور کر کے، پھر دونوں کا مخرج متحد کیا جائے گا حمل کے مسئلے کی طرح۔ان میں سے کم حصہ موجود ورثا کو دے دیا جائے گا اور زیادہ حصہ اس کے لئے موقوف رکھیں گے۔ پھر اگر یہ زندہ واپس آیا تو اپنا حصہ لے لے گا اور اگر مردہ قرار دیا گیا تو جن کے حصوں سے جو مال موقوف کیا گیا تھا وہ ان کو واپس مل جائے گا۔

اور بیوی کے متعلق حکم یہ ہے کہ وہ نکاح نہیں کرے گی، اس کے شوہر کو زندہ شمار کیا جائے گا استصحابا۔ اس کی دلیل حضور نبی رحمت ﷺ کا قول ہے (ہدایہ؛ کتاب المفقود: ص ۳۸۶) یہ عورت مفقود کی بیوی ہے اس وقت تک جب تک کہ اس کی یقینی خبر نہ آجائے۔ اور مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے قول سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے آپ فرماتے ہیں" اِمرأۃُ المفقود اِمرأۃٌ اُبتُلِیت فلتصبر حتی یستبین موت أو طلاق "(ہدایہ؛ کتاب المفقود: ص ۳۸۶) مفقود کی بیوی ایسی ہے کہ جس کو مصیبت میں مبتلا کیا گیا ہے لہذا وہ صبر کرے، نکاح نہ کرے یہاں تک کہ اس کے پاس شوہر کی یقینی خبر آجائے یا اتنی مدت گزر جائے کہ اس پر موت کا حکم لگایا جاسکے۔

اب وہ مدت کتنی ہے اس کے بارے میں ائمہ کا اختلاف ہے۔ احناف کے یہاں مفتی بہ قول نوے سال ہے۔ (شریفیہ مع حاشیہ: ص ۱۵۱)

یہ اگر چہ دلیل کے اعتبار سے قوی اور محتاط قول ہے لیکن اس میں مشکل یہ ہے کہ مفقود کی یوم پیدائش سے لے کر جب نوے سال عمر پوری ہو جائے گی تو اس کو مردہ قرار دیا جائے گا تو اگر کوئی شخص تیس یا چالیس سال کی عمر میں گم ہو جائے تو جب نوے سال تک اس کی بیوی صبر کرے گی تو اس کو خرچہ کون دے گا؟ اور اس کی عفت و پاکدامنی کا بھی تو مسئلہ پیش آتا ہے اس لئے اس بارے میں امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب اختیار کیا گیا ہے اب احناف بھی اسی پر فتوی دیتے ہیں وہ یہ ہے کہ ایسی عورت قاضیٔ شرع کی عدالت میں گمشدگی کی رپورٹ درج کرائے گی اور حاکم و قاضی اپنے وسائل بروئے کار لا کر اس کا پتہ لگائے گا۔ اگر پتہ نہیں چلا تو قاضی اس کے لئے چار سال کی مدت مقرر کرے گا، چار سال گزرنے کے بعد اسے مردہ قرار دے گا، پھر چار مہینے دس دن عورت عدت وفات گزارنے کے بعد نکاح ثانی کر سکے گی۔ اگر مفقود کی بیوی نے نکاح ثانی کر لیا اور وہ واپس زندہ آگیا تو نکاح ثانی خود بخود ٹوٹ جائے گا۔

مرتد، زندیق اور قیدی کی میراث کا بیان

مرتد: وہ شخص ہے کہ اسلام لانے بعد کسی ایسے امر کا انکار کرے قولا یا فعلا جو ضروریات دین سے ہو۔ (خزائن التعریفات)

زندیق: اس شخص کو کہتے ہیں جس کے باطن میں کفر ہو اور بظاہر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا معترف ہو یا کوئی دین نہ رکھتا ہو۔ (قواعد الفقہ: ۳۱۵)

تو جب کوئی مرتد ہو جائے اور معاذ اللہ حالت ارتداد پر ہی مر جائے یا قتل کر دیا جائے یا دارالحرب چلا جائے اور قاضی اس کے دارالحرب میں لحوق کا فیصلہ کر دے تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس نے جو مال حالت اسلام میں کمایا ہے وہ اس کے مسلمان ورثا کے لئے ہے اور جو مال اس نے حالت ارتداد میں کمایا ہے وہ بیت المال میں رکھا جائے گا کیونکہ دونوں حالتوں کے کسب میں فرق ہے۔ اور صاحبین کے نزدیک حالت اسلام اور حالت ارتداد، دونوں حالتوں میں کمایا ہوا مال اس کے مسلمان ورثا کے لئے ہے۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دونوں حالتوں کی کمائی بیت المال میں رکھی جائے گی۔ اور اگر عورت مرتدہ ہو جائے تو اس کی ساری کمائی مسلمان ورثا کو ملے گی، اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے احناف کے مابین۔

مرتد وارث نہیں ہو سکتا ہے نہ مسلمان سے اور نہ اپنے جیسے کسی مرتد سے اور اسی طرح مرتدہ عورت بھی۔ ہاں اگر نعوذ باللہ پورا قبیلہ مرتد ہو جائے تو پھر یہ مرتدین ایک دوسرے کی میراث لیں گے۔

قیدی کی میراث: یہاں قیدی سے مراد وہ قیدی ہے کہ جس کو کافروں نے قید کیا ہو۔

قیدی جب تک دین سے نہ پھرے تب تک اس کے احکام تمام مسلمانوں کی طرح ہیں۔ اگر قیدی اپنا دین چھوڑ دے تو پھر اس کا حکم مرتد والا ہے اور اس بات میں بھی کوئی فرق نہیں کہ کوئی دارالاسلام میں مرتد ہو کر دارالحرب چلا جائے یا دارالحرب میں رہتے ہی مرتد ہو جائے اور وہیں مقیم رہے۔

اگر یہ معلوم نہ ہو سکے کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا ہے یا اس کا مرتد ہونا معلوم نہ ہو تو اس کا حکم مفقود جیسا ہوگا۔

ڈوب کر، جل کر اور دب کر مرنے والوں کے احکام

اگر چند رشتے دار ایک ساتھ کسی حادثے میں فوت ہو جائیں اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان میں سے پہلے کون فوت ہوا اور بعد میں کون؟ مثلاً بحری جہاز ڈوب گیا یا مکان کو آگ لگ گئی یا مکان کی چھت گر گئی یا کسی جنگ میں لڑتے لڑتے سب شہید ہو جائیں اور ان میں سے کسی کے بارے میں معلوم نہیں کہ ان میں سے پہلے کون مرا تو یہی سمجھا جائے گا کہ یہ سب اکٹھے فوت ہوئے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے ہر ایک کا مال ان کے زندہ وارثوں کے لئے ہوگا اور ان مرنے والوں میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا وارث نہیں ہوگا۔

مذکورہ حکم امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا آخری قول اور امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مختار مسلک ہے۔

حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی ایک روایت بھی یہی ہے (شریفیہ) اور علامہ شامی نے بھی اسی کو معتمد کہا ہے (رد المحتار: ۵: ۵۶۴)

حضرت علی اور حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہما کا ایک قول یہ بھی ہے کہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کے وارث ہوں گے سوائے اس صورت کے کہ جب ہر ایک دوسرے کا وارث بن رہا ہو تو ایسی صورت میں بعض کو دوسرے بعض کا وارث ٹھہرانا صحیح نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں لازم آئے گا کہ ایک شخص اپنے مال کا خود ہی وارث ہو۔ (طرازی: ص ۲۹۵)

فیصد میں تقسیم کرنے کا طریقہ (Percentage)

بہت سارے وارثین جب علماء کرام اور مفتیان عظام سے مسئلہ پوچھتے ہیں تو کبھی ان کا یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ ہمیں فیصد میں تقسیم کر کے دے دو، ہم خود اپنے حصے معلوم کرلیں گے۔ یہ بڑا اچھا اور عام فہم طریقہ ہوتا ہے۔

کبھی ایسا ہوتا ہے مناسخات کی صورت میں مسائل کی تصحیح ہزاروں کی تعداد میں پہونچ جاتی ہے تو کسی کو پچاس حصے ملتے ہیں تو کسی کو دوسو، ہزاروں تک پہونچ جاتا ہے تو اس صورت میں وارثین کو تقسیم کرنے میں مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے تو اس لئے سو روپئے یعنی فیصد میں تقسیم کرنے کا طریقہ بڑا اہم ہے کہ اس کے ذریعے با آسانی وہ اپنی میراث کو تقسیم کر سکتے ہیں۔

اس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ مسئلہ بنانے کے بعد ہر وارث کو اصل مسئلہ سے جتنا ملا ہے اس کے آگے آپ دو صفر (زیرو) بڑھا دیں گے پھر اسی کو مسئلہ کی تصحیح پر تقسیم کر لیں گے اور آخر میں فیصد (%) کا نشان لگالیں گے تو سو روپئے یعنی فیصد میں ہر ایک کا حصہ نکل آئے گا۔

24

میت

بیوہ	ماں	باپ	بیٹا
3	4	4	13
12.5%	16.67%	16.67%	54.16%

300÷24=12.5%

400÷24=16.67%

400÷24=16.67%

1300÷24=54.16%

100.00

قتل ناحق کی صورتیں اوران کے احکام

جیسا کہ صفحہ نمبر ۲۵ میں یہ مذکور ہوا کہ قتل ناحق کی پانچ صورتیں ہیں۔
(۱)قتل عمد (۲)قتل شبہ عمد (۳)قتل خطا (۴)قتل شبہ خطا (۵)قتل بالسبب

قتل عمد: جان بوجھ کر کسی ہتھیار سے یا ہتھیار کے قائم مقام کسی چیز سے قتل کرنے کو قتل عمد کہتے ہیں۔

اس میں قصاص واجب ہوتا ہے اور قاتل وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔

قتل شبہ عمد: جان بوجھ کر کسی ایسی چیز سے قتل کرنا جو نہ ہتھیار ہو اور نہ ہتھیار کے قائم مقام ہو مثلاً کسی کو لاٹھی یا پتھر سے مار ڈالنا۔

اس میں کفارہ اور دیت واجب ہوتی ہے اور قاتل وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔

قتل خطا: کسی مسلمان یا مورث کو شکار سمجھ کر قتل کر دینا جیسے کسی ہرن کا نشانہ لے کر تیر چلایا اور اچانک مورث سامنے آگیا، تیر لگا اور مر گیا۔

قتل شبہ خطا: انجانے قتل کا ہو جانا جیسے کوئی شخص سوتے میں کسی پر گر پڑے یا چھت سے یا درخت سے بے اختیار کسی پر گر جائے اور جس پر گرے وہ مر جائے۔

ان دونوں (قتل خطا اور قتل شبہ خطا) میں کفارہ اور دیت خفیفہ واجب ہوگی اور قاتل میراث سے محروم ہو جائے گا۔

قتل بالسبب: قتل کا سبب اختیار کرنا، جیسے کسی شخص نے راستہ پر کنواں کھود دیا، پتھر رکھ دیا یا راستہ میں لکڑی رکھ دی اور کوئی شخص کنویں میں گر کر یا پتھر وغیرہ یا لکڑی سے ٹھوکر کھا کر مر گیا۔

اس صورت میں اس کے عصبہ کے ذمہ دیت ہے۔ قاتل پر نہ کفارہ ہے نہ قتل کا گناہ۔

تضعیف وتنصیف کو ہم ایک مثال کے ذریعہ اور سمجھ لیتے ہیں مثلا ایک گنتی فرض کر لیتے ہیں 8۔اب اس مفروضہ عدد کا ثمن نکالیں تو ایک / 1 نکلے گا اور اسی ایک عدد میں ہم اسی کے مثل زیادتی کریں تو حاصل عدد 2 ہوگا اور یہی 2 اس مفروضہ عدد کا ربع ہے اور اب اگر اسی ربع میں اسی کے مثل زیادتی کریں تو حاصل عدد 4 ہوگا اور یہی چار اس مفروضہ عدد کا نصف ہے۔

مختصر یہ کہ اگر ثمن میں ثمن کے مثل زیادتی کریں تو حاصل عدد اس مفروضہ عدد کا ربع ہوگا اور اگر ربع میں ربع کے مثل زیادتی کریں تو نصف ہوگا۔

اب اس کے برعکس عمل کریں اس طور پر کہ اگر ہم اس مفروضہ عدد یعنی 8 کا نصف نکالیں تو ہمیں جو عدد حاصل ہوگا وہ 4 ہوگا اب اگر 4 کی تنصیف کریں تو حاصل عدد 2 ہوگا اور یہی حاصل عدد 8 کا ربع ہے اور پھر 2 کی تنصیف کریں تو حاصل عدد 1 ہوگا جو کہ 8 کا ثمن ہے۔

حاصل بحث یہ ہے کہ اگر کسی بھی عدد کے نصف کا نصف کریں تو ہمیں اس عدد کا ربع حاصل ہوگا اور اگر اس ربع کی بھی تنصیف کریں تو ہمیں اس عدد کا ثمن حاصل ہوگا۔